

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد رفیع خان صاحب صفدر دام محمد ام
کی رو بدعات پر مدلل اور لا جواب کتاب راہ سنت پر لغو اور لا یعنی قسم
کے اعتراضات پر مشتمل کتاب مصباح سنت کا مسکت اور مدلل جواب

جلد اول

المصباح سنت

بجواب

جلد اول

مصباح سنت

از قلم

حافظ عبدالقدوس خان قارن

مدرس مدرسہ نعیمیہ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

عمر اکادمی گوجرانوالہ

بسم الله الرحمن الرحيم
 قال الله تبارك وتعالى لا يحب الله الجهر
 بالسوء من القول الا من ظلم
 (پارہ نمبر ۶)
 (اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو)

ایضاح سنت

جلد اول

بجواب

مصباح سنت

جلد اول

بریلوی مسلک کے جناب مفتی عبدالجید خان صاحب سعیدی رضوی آف رحیم یار خان
 نے امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دام مجدہم کی سنت کی اہمیت اور
 بدعات کے رد میں لا جواب اور مدلل کتاب راہ سنت پر جولغو، بوگس اور لایعنی قسم کے
 اعتراضات کئے ہیں اس کتاب میں ان کے جوابات دیئے گئے ہیں اور اہل سنت
 والجماعت کے صحیح نظریہ کی ترجمانی کی گئی ہے اور مفتی صاحب موصوف کی علمی قابلیت
 نمایاں کی گئی ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے کوئی علمی بات اور صحت مند تنقید نہیں کی بلکہ
 اپنی بیمار ذہنیت کا اظہار ہی کیا ہے اس لئے ہماری مفتی صاحب سے گزارش ہے۔

اس رومال کو کام میں لاؤ اپنی آنکھیں صاف کرو میلا میلا چاند نہیں ہے بھول جی ہے آنکھوں میں

﴿از قلم﴾ حافظ عبدالقدوس خان قارن

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

﴿ناشر﴾ عمراکادمی نزد گھٹھ گھر گوجرانوالہ

﴿جملہ حقوق بحق عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع اول..... مئی ۲۰۰۵ء

نام کتاب..... ایضاح سنت بجواب مصباح سنت

تصنیف..... حافظ عبدالقدوس خان قارن

مطبع..... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

تعداد..... ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت..... ۲۵/- (پینتالیس روپے)

ناشر..... عمر اکادمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی ☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی ☆ ادارہ النور بنوری ٹاؤن کراچی

☆ مکتبہ امدادیہ ملتان ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان

☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

☆ دارالکتب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور ☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ اسلامی کتب خانہ اڈا گامی ایبٹ آباد

☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد ☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد

☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ میٹکورہ ☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال

☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

☆ مکتبہ خفیفہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ ☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گلکھڑ

☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶	فطرۃ اللہ کے ترجمہ پر اعتراض و جواب	۷	عرض حال
۲۹	اوصیکم بالصوابی کے معنی پر اعتراض و جواب	۱۰	مصباح سنت اور اس کے مصنف کا حال
۳۰	مفتی صاحب کی بڑھک	۱۲	دعاء کی درخواست
۳۱	کیا وصیت صرف صحابہ کرامؓ اور دیگر خیر القرون کے ادب و احترام کی تھی اور اس کا جواب	۱۳	اظہار حقیقت
۳۲	خیانت کا بہتان اور اس کا جواب	۱۴	عجوبہ
۳۳	مذہبی خود کشی یا مفتی صاحب موصوف کی جہالت	۱۵	راہ سنت کا جواب لکھنے کی اصل وجہ
۳۵	راہ سنت نام رکھنے پر پہلا اعتراض و جواب	۱۶	چور مچانے شور
۳۶	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۱۸	جہالتیں کس کی؟
۳۷	راہ سنت نام رکھنا جہالت یا مفتی صاحب کی اپنی جہالت	۱۸	بینوا تو جزا لکھنے پر اعتراض
۳۸	مفتی صاحب کی انوکھی دلیل اور جوابات	۱۹	اور مفتی صاحب کی جہالت
۴۱	راہ سنت نام پر تیسرا اعتراض اور اس کا جواب	۲۰	مفتی صاحب کا علم زیادہ ہے یا ان کے اعلیٰ حضرت کا
۴۲	حضرت دام مجیدؒ کے نام کے حوالہ سے بحث	۲۲	سنت کی تعریف پر اعتراض و جواب
۴۳	نام پر پہلا اعتراض اور اس کا جواب	۲۳	سنت اصولیہ کو بدعت کے مقابل کہنے پر اعتراض اور اس کا جواب
		۲۵	حضور علیہ السلام کے کسی کام کو ترک کرنے کو سنت کہنے پر اعتراض و جواب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۱	معیار بدعت	۴۶	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب
۷۳	پانچواں اعتراض اور اس کا جواب	۴۸	شاہ اسماعیل کی عبارات سے دھوکہ
۷۵	حضرت مولانا محمدی حسن صاحب کی تصدیق پر پہلا اعتراض و جواب	۵۱	تیسرا اعتراض اور اس کا جواب
۷۵	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۵۳	احقر کے لفظ پر اعتراض اور جواب
۷۶	تیسرا اعتراض اور اس کا جواب	۵۴	تسمیہ و تحمید ترک کرنے کے بارہ
۷۷	مفتی صاحب موصوف کا بہتان	۵۸	مفتی صاحب کا غیر مفتیانہ انداز
۷۸	چوتھا اعتراض اور اس کا جواب	۵۹	خدا کی شان
۷۹	مفتی صاحب موصوف کی ناتجہی	۵۹	دوسرا الزام اور اس کا جواب
۸۰	ٹائٹل پیج پر پہلا اعتراض و جواب	۶۰	تیسرا الزام اور اس کا جواب
۸۰	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۶۱	مفتی صاحب کی مغالطہ دہی
۸۱	تیسرا اعتراض اور اس کا جواب	۶۲	دیباچہ پر مفتی صاحب کا
۸۳	مفتی صاحب موصوف کا ایک اور بہتان	۶۳	اعتراض اور اس کا جواب
۸۵	مفتی صاحب موصوف کی تلبیس یا جہالت	۶۳	قاری محمد طیب صاحب کی تصدیق پر اعتراض و جواب
۸۷	مضمون آیت کو احکام شرعیہ میں منحصر کرنے پر پہلا اعتراض اور جواب	۶۵	قاری محمد طیب صاحب کی عبارت پر پہلا اعتراض و جواب
۸۸	مسئلہ کی اصل متعین کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب	۶۶	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب
۸۹	آیت مائدہ سے استدلال پر پہلا اعتراض	۶۸	تیسرا اعتراض اور اس کا جواب
		۷۱	چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۷	مفتی صاحب موصوف تعصب کی	۹۱	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب
۱۰۷	پٹی اتار کر تاریخ کا مطالعہ کریں	۹۲	حدیث کے معنی میں تحریف یا
۱۰۸	مفتی صاحب موصوف کی انوکھی دلیل	۹۳	مفتی صاحب موصوف کی جہالت
۱۰۸	نام کا مغالطہ	۹۵	کذب بیانی کی انتہاء
۱۱۰	سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل انگریزوں	۹۶	پرانا رنڈی رونا
۱۱۰	کے مخالف تھے	۹۷	حضرت نانوتویؒ کی عبارت
۱۱۱	حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ پر	۹۸	پراعتراض اور اس کا جواب
۱۱۱	انگریزوں کی حمایت کا بہتان	۹۸	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
۱۱۲	مکالمۃ الصدرین کی اصل حقیقت	۹۸	کی عبارت پر اعتراض و جواب
۱۱۲	تلمیس و کذب بیانی کس کی؟	۹۸	حضرت تھانویؒ کی عبارت پر
۱۱۴	ناکام سہارا	۱۰۰	اعتراض اور اس کا جواب
۱۱۵	جان صاحب بریلوی اور دیگر علماء کے	۱۰۰	مفتی صاحب موصوف کی توجہ کے لئے
۱۱۵	انداز میں فرق	۱۰۰	مفتی صاحب موصوف کا اپنے
۱۱۵	ہندوستان کی شرعی حیثیت کے بارہ میں	۱۰۱	اکابر کی خدمات کو سراہنا
۱۱۵	مفتی صاحب موصوف کے سوال کا جواب	۱۰۱	علامہ اقبال مرحوم پر بزدور قبضہ
۱۱۶	کیا دیوبندی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب	۱۰۳	مفتی صاحب کی چالاکی
۱۱۶	کے ہم عقیدہ ہیں یا نہیں؟	۱۰۳	مفتی صاحب موصوف کا چیلنج
۱۱۷	مفتی صاحب موصوف کا ارادہ	۱۰۳	اور اس کا جواب
۱۱۷	اور ہماری گزارش	۱۰۳	مقالات کاظمی سے حوالہ و جواب
		۱۰۳	مفتی صاحب کی غلط بیانی اور اس کا جواب

ابوالحسن معاویہ سلفی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض حال

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا
اللَّهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ
وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

آقا بعد... میرے والد محترم امام اہلسنت محدث اعظم پاکستان

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجد ہم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس
کے ساتھ ساتھ فرق باطلہ کے خلاف مدلل اور لا جواب کتب تصنیف فرمانے میں
صرف کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کو اپنے اکابر سے جو علمی وراثت ملی ہے
اس سے صرف طلبہ ہی نہیں بلکہ ہر طبقہ کے دیگر عوام الناس بھی مستفید ہو سکیں اور اپنی
اصلاح کر سکیں۔ حضرت دام مجد ہم کی کتابوں میں اہل سنت والجماعت حنفی مسلک کی
صحیح ترجمانی مدلل انداز میں کی گئی ہے اور مخالفین کے دلائل کے مسکت اور باحوالہ
جوابات دیئے گئے ہیں ان کتابوں کو پڑھ کر بہت سے دیانتدار اور ذی شعور حضرات
نے نہ صرف غلط عقائد، بدعات اور سومات باطلہ سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کی بلکہ
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ صحیح عقائد کے داعی بن کر ان کتابوں کے باحوالہ اور
مسکت دلائل دوسروں کے سامنے پیش کر کے بہت سے حضرات کی اصلاح کا ذریعہ
بھی بنے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ ان کتابوں سے جہاں من

جانب اللہ اصلاح کی توفیق ملنے والوں نے فائدہ اٹھایا وہاں بدعات و رسومات کے دلدادہ حضرات کو خاصی پریشانی بھی ہوئی اسی لئے انھوں نے بعض کتابوں کے برائے نام جواب لکھنے کا شوق بھی پورا کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ سب کے سب حضرت دام مجدہم کے دلائل کے سامنے بے بس اور عاجز نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت دام مجدہم نے اپنا اور اپنے اکابر کا جو موقف اپنی تحریرات میں پیش کیا ہے ان حضرات نے اس موقف کو توڑ مڑ کر پیش کرنے اور عبارات میں قطع و برید یا عبارات کا خود ساختہ مفہوم گھڑنے کا سہارا لے کر اور اخلاقی اقدار کو پامال کرتے ہوئے دشنام طرازیوں اور بہتان تراشیوں کے ذریعے سے عوام الناس کو حضرت دام مجدہم کی کتابوں سے متنفر کرنے اور دور رکھنے کی ناکام کوشش کی مگر سچ ہے کہ

حق کو قدرت نے ایسی لچک دی ہے اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

اور قاعدہ یہ ہے کہ **وَبِضْءٍ هَا تَبَيَّنَ الْأَشْيَاءُ**۔ اشیاء کی پہچان ان کی اضداد سے ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق مخالفین کی کتابوں نے حضرت دام مجدہم کی مدلل کتابوں کی اہمیت کو اندرون و بیرون ملک میں پہلے سے کہیں زیادہ اجاگر کیا۔ حضرت دام مجدہم نے مرزائیوں، روافض، منکرین حدیث، غیر مقلدین اور اہل بدعت کے خلاف کتابیں لکھی ہیں جن کی اس زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ ضرورت تھی۔ ان کتابوں میں معرکہ الآراء کتابوں میں راہ سنت سرفہرست ہے جو سنت کی اہمیت اور بدعات کی تردید کے موضوع پر لا جواب کتاب ہے۔ اسمیں علی الاطلاق بدعت کی قباحت بیان کرنے کا ساتھ ساتھ موجودہ دور میں پائی جانے والی مروجہ بہت سی بدعات کا بادلائل صراحت کے ساتھ رد کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا جواب اہل

بدعت کی جانب سے ان کے حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے
راہِ جنت کے نام سے لکھا تھا مگر نہ جانے کس مصلحت کی خاطر اس کو اپنے نام کی بجائے
اپنے بیٹے کے نام سے شائع کیا تو اس کا جواب حضرت دام مجدہم نے بابِ جنت کے
نام سے لکھی گئی کتاب میں دے دیا جس میں مفتی احمد یار خان صاحب کے مغالطات
اور اعتراضات کی حقیقت آشکارا کی گئی۔

مسئلہ حاضر و ناظر پر حضرت دام مجدہم کی کتاب تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا
جواب صوفی اللہ دتہ صاحب نے تنویر الخواطر کے نام سے لکھا تو اس کا جواب بھی
حضرت نے خود تفریح الخواطر کے نام سے لکھی گئی کتاب میں دیا جس کے بعد صوفی
صاحب موصوف کو چپ لگ گئی۔ مسئلہ علم غیب پر لکھی گئی کتاب ازالۃ الریب کا جواب
مفتی غلام فرید صاحب ہزاروی نے اثبات علم غیب کے نام سے لکھا تو اس کے جواب کا
بیشتر حصہ حضرت دام مجدہم نے خود اور کچھ حصہ کا جواب میرے چھوٹے بھائی اور شاگرد
مولوی حافظ عبدالحق خان بشیر نے لکھا جو اظہار العیب فی کتاب اثبات علم الغیب کے
نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں مفتی ہزاروی صاحب کی علمیت حیثیت اجاگر
کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے طبقہ کی جانب سے پیش کئے جانے والے بہت سے
مغالطات اور اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔ ۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء میں
ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم کی دکان محلہ طوطیاں والہ روڈ پر تھی جس پر مولوی
محمد ریاض انور خدای گجراتی ڈیوٹی دیتے تھے ان کے پاس آتے جاتے ہوئے مفتی
غلام فرید ہزاروی صاحب کے طالب علموں نے بتایا کہ مفتی صاحب راہِ سنت کا
جواب لکھ رہے ہیں۔ ہم اس وقت سے سن رہے ہیں کہ مفتی غلام فرید صاحب

سنت کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اس دوران کئی بار معلومات کی گئیں تو یہی جواب ملا کہ لکھ رہے ہیں اور کبھی جواب ملا کہ جواب مکمل ہے اور اس کو ترتیب دیا جا رہا ہے مگر مفتی غلام فرید صاحب اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور وہ جواب ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ شاید انھوں نے اپنی کتاب اثبات علم الغیب کا حال معلوم کر لیا تھا جس میں ان کی علمی لیاقت و دیانت اجاگر ہو گئی تھی یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے دیگر معمولات میں مشغول رہنے کی وجہ سے اپنی زندگی میں راہ سنت کا وہ جواب شائع نہیں کر سکے مگر ہماری ان کے ورثاء سے گزارش ہے کہ مفتی صاحب کے لکھے ہوئے اس جواب کو منظر عام پر لائیں تاکہ مفتی غلام فرید صاحب نے جو اس پر محنت کی تھی اس کا ان کے مسلک کو فائدہ پہنچے اور ہمیں بھی صورتحال سے آگاہی ہو کہ آخر کن دلائل پر مدار رکھ کر جواب دیا گیا ہے۔ اور ہم ان دلائل کا جائزہ لے سکیں اس لئے کہ صحت مند تنقید کو ہم نہ صرف اپنے مخالف کا حق سمجھتے ہیں بلکہ عوام الناس کے لئے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

مصباحِ سنت اور اس کے مصنف کا حال :

حال ہی میں بعض دوستوں نے توجہ دلائی کہ مصباحِ سنت کے نام سے راہ سنت کا جواب اہل بدعت بعض علاقوں میں لئے پھرتے ہیں وہ کتاب منگوا کر اس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کتاب ”جناب مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی آف رحیم یار خان“ نے لکھی ہے کتاب کا سرورق اور تقریظات لکھنے والوں کی تقریظات میں مصنف کا جو تعارف کرایا گیا ہے اس سے خیال ہوا کہ جب مصنف مفتی صاحب ہیں تو ان کی

گرفت معقول اور مدلل ہوگی مگر جب کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو اپنے طالب علمی دور کا ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ہمارے زمانہ میں ایک ساتھی محمد فاروق صاحب ہزاروی پڑھتے تھے اور ایک مسجد میں امامت بھی کراتے تھے۔ پڑھائی میں بہت کمزور تھے مگر خوش مزاج تھے ساتھی ان کو مفتی محمد فاروق کہتے تھے۔ ایک دفعہ شام کے کھانے میں ان کا انتظار ہو رہا تھا مہمان بھی آئے ہوئے تھے تو ساتھی کہنے لگے کہ مفتی محمد فاروق نے دیر کر دی ہے کچھ ہی دیر بعد وہ آئے تو مہمان ان سے پوچھنے لگا کہ حضرت آپ نے مفتی کا کورس کیا ہوا ہے تو وہ کہنے لگے نہیں بلکہ میں تو قطبی اور شرح ملا جامی پڑھتا ہوں۔ اس پر مہمان کہنے لگا پھر آپ کو یہ لوگ مفتی کیوں کہتے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ میں پڑھتا تو ہوں نہیں مفت میں مدرسے کی روٹیاں کھاتا ہوں اس لئے میں مفتی ہوں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ مفتی عبد المجید خان صاحب کی مصباح سنت کے مطالعہ سے ہر اہل علم کو یہی احساس ہوگا کہ مفتی صاحب موصوف بھی اسی معنی میں مفتی ہیں جس معنی میں مفتی محمد فاروق تھے۔ اس لئے کہ ان کی کتاب کے مطالعہ سے محسوس ہوا کہ ان صاحب کی علمی استعداد نور الانوار اور شرح ملا جامی پڑھنے والے طالب علم کے برابر بھی نہیں ہے اور یہ بھی محسوس ہوا کہ ان کو ہلہ شیری دے کر اس کام پر آمادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ اک حقیقت ہے جو ہونا چاہتی ہے آشکار
مدعا میرا کسی کی آبروریزی نہیں

مصباح سنت کا مطالعہ کرنے والے ہر بصیرت والے پر یہ بات واضح ہوگی کہ اس میں مسلکی تعصب کی خاطر اپنے مخالف کی جانب غلط مفہوم منسوب کر کے فتوے لگانے اور اپنے مخالف کے موقف کو توڑ مڑ کر پیش کرنے کے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملنے والے انداز کو ہی برقرار رکھا گیا ہے اور ساری کتاب اول سے آخر تک اسی انداز پر

مشمول ہے اور جو باتیں مفتی صاحب موصوف نے اپنی علمیست اجاگر کرنے کے لئے کہی ہیں ان میں ان کی جہالت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ہم نے اس کتاب کا جواب اس لئے ضروری سمجھا کہ

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزازِ سخن چپ رہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے ہم نے اپنی اس کتاب کا نام ایضاحِ سنت جلد اول تجویز کیا ہے اس لئے کہ مفتی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ وہ مزید جلدیں لکھیں گے اور ہم بھی اس کے بعد شائع ہونے والی کتابوں پر تبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ اہل دل شدتِ غم سے کہیں گھبراتے ہیں اس پڑتی ہے تو پھول اور نکھر جاتے ہیں

دعاء کی درخواست:

بندہ راقم الحروف کچھ عرصہ سے بیمار ہے اسی طرح میرے والد صاحب دامِ مجد ہم اور عمِ مکرم حضرت صوفی صاحب دامِ مجد ہم اور میرے استاذِ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی دامِ مجد ہم بھی بیمار رہتے ہیں قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطاء فرمائے اور اس کتاب کو دینِ حق کے لئے فائدہ کا باعث بنائے اور مغالطہ کا شکار لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمِنْ يَا اِلَهَ الْعَالَمِيْنَ

احقر حافظ عبد القدوس قارن

اظہار حقیقت

افتاء کا کورس ان حضرات کو پڑھایا جاتا ہے جنہوں نے درس نظامی کے نصاب میں شامل تمام فنون کو پڑھ لیا ہو اور افتاء کے لئے خصوصی طور پر عبارت کو سمجھنے اور اس کی باریکیوں کو جاننے میں مہارت پیدا کی جاتی ہے مگر مصباح سنت کے مصنف مفتی عبدالمجید صاحب سعیدی کی کتاب پڑھ کر ہم اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ وہ اردو عبارت کی باریکیاں جاننے سے بھی کورے ہیں تو عربی اور فارسی عبارات کو وہ کیا سمجھتے ہوں گے چنانچہ وہ اپنی اس کتاب کی جلد اول کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”براہِ رانِ اسلام یہ وہی پر آشوب اور پُر فتن دور ہے جس کی کم و بیش چودہ سو برس قبل نشاندہی کرتے ہوئے اللہ کے عالم ماکان و مایکون نبی ﷺ نے مذمتی انداز میں پیش گوئی فرمائی تھی۔ ﴿مصباح سنت جلد اول صفحہ ۲۳﴾

قارئین کرام: جناب مفتی صاحب موصوف نے خود اپنی اس تحریر کی

تاریخ ۴ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ لکھی ہے (صفحہ ۲۷) اور یہ بات کسی عالم سے مخفی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سزا میں ہوئی۔ اگر آپ ﷺ نے یہ فرمان اور پیش گوئی اپنی وفات والے سال بھی فرمائی ہو تو یہ تحریر یقیناً آپ ﷺ کے فرمان اور پیش گوئی کے چودہ سو بارہ سال بعد معرض وجود میں آئی مگر مفتی صاحب

موصوف اس کو کم و بیش چودہ سو برس پہلے کے شکی الفاظ سے ذکر کر رہے ہیں۔ جب یقیناً چودہ سو بارہ سال سے زائد عرصہ بنتا ہے تو کم و بیش چودہ سو سال کے شکی الفاظ سے ذکر کیوں؟ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو صاحب اپنی کلام کی باریکیاں نہیں جان سکتا

وہ دوسروں کی عبارات کی باریکیاں کیا جان سکے گا؟ پھر مفتی صاحب کا یہ جملہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذمتی انداز میں پیش گوئی فرمائی تھی۔ اس عبارت سے حضور علیہ السلام کے انداز کو مذمتی انداز قرار دیا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ۔ اس لئے کہ مذمتی انداز صفت موصوف ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز کو مذمتی انداز قرار دینا گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر ہم مفتی صاحب موصوف کی جانب سے صفائی دیتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مفتی صاحب موصوف اپنی تحریر کی باریکیاں جاننے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں اس لئے انھوں نے ایسا لکھ دیا ہے ورنہ ان کی نیت یقیناً گستاخی کی نہ ہوگی۔

اَعجوبہ : یوں تو مفتی صاحب کی پوری کتاب اَعَاذِیْب سے بھری ہوئی ہے مگر بعض ایسی باتوں سے عوام الناس کو آگاہ کرنا ضروری ہے تاکہ وہ موصوف کی عجیب شخصیت سے آگاہ ہو جائیں جن کو ہلہ شیری دے کر راہ سنت کا جواب لکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ لکھڑوی صاحب کی کتاب تسکین الصدور کے دیباچہ میں یہ امر صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ سنہ ۱۹۶۲ء میں ان کے ہم مشرب ذمہ دار افراد کے ایک جم غفیر نے انہیں اہلسنت و جماعت کے خلاف باقاعدہ طور پر شعبہ تصنیف و تالیف سونپتے ہوئے انہیں اپنا قلمی نمائندہ اور اپنی قوم کا امام حاضر مقرر کیا۔ (مصباح جلد اول صفحہ ۲۵) جن حضرات نے تسکین الصدور کا مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کتاب حضور علیہ السلام کی قبر مبارک میں حیات کا انکار کرنے والے گروہ کے خلاف لکھی گئی ہے اور اسی گروہ کے خلاف ۱۹۶۲ء میں جمعیت علماء اسلام

کے سرکردہ حضرات نے امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم کو نمائندہ مقرر کیا اور ان بزرگوں کے اصرار پر حضرت دام مجدہم نے تسکین الصدور تحریر فرمائی مگر مفتی صاحب کا اعجوبہ ملاحظہ فرمائیں کہ لکھڑوی صاحب کو اہلسنت و جماعت کے خلاف نمائندہ مقرر کیا۔ کیا مفتی صاحب موصوف کے نزدیک حضور علیہ السلام کی قبر مبارک میں حیات کا انکار کرنے والے اہل سنت و جماعت ہیں؟ پھر مفتی صاحب موصوف کا یہ اعجوبہ کیا کم ہے کہ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ نمائندہ مقرر کیا جانے کے بعد ان کے طبقہ کے خلاف لکھنے کا کام شروع کیا گیا حالانکہ جس راہ سنت کا وہ بزعم خویش جواب لکھ رہے ہیں۔ وہ ۱۹۵۷ء میں تحریر کی گئی اور بفضلہ تعالیٰ اسی زمانہ سے بدستور شائع ہوتی چلی آرہی ہے جب کہ منکرین حیات النبی ﷺ کے خلاف نمائندہ مقرر کئے جانے کا واقعہ تو ۱۹۶۲ء میں پیش آیا۔

راہ سنت کا جواب لکھنے کی اصل وجہ :

مفتی صاحب موصوف حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم کی کتابوں کے جواب لکھنے میں راہ سنت کو مقدم رکھنے کی وجہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں نیز سلسلہء محاسبہء لکھڑویات میں کتاب مذکور راہ سنت کو رد کے لئے سب سے پہلے نمبر پر رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اہلسنت کے روزمرہ کے معمولات پر تنقیدات پر مبنی ہونے کے باعث ان کی دوسری کتابوں کی بہ نسبت زیادہ زہریلی ہے (مصباح جلد اول ص ۲۶) ہمارے خیال میں جناب مفتی صاحب موصوف نے بات گول مول کہہ دی ہے جس کو سطحی قسم کے عوام نہیں سمجھ سکتے۔ اس پر ہمیں ایک واقعہ یاد آیا یقیناً اس کی روشنی میں

عوام الناس کو مفتی صاحب موصوف کی گول مول بات کی وضاحت مل جائیگی۔ حضرت مولانا عبدالعزیز بھٹی صاحب مرحوم بڑے خوش آواز اور خوش مزاج مقرر تھے۔ ایک دفعہ تقریر کے بعد علماء و دیگر حضرات کی محفل تھی تو کسی نے کہا کہ حضرت عجیب بات ہے کہ التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانے پر بعض علاقوں کے بریلوی حضرات بہت زیادہ ناراض اور غصے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ لڑنے مرنے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو بھٹی صاحب کہنے لگے کہ بھائی وہ یاری نبھاتے ہیں پھر کسی نے کہا کہ حضرت وہ کیسے؟ تو بھٹی صاحب کہنے لگے کہ جب آدمی شہادت کی انگلی تو حید کی گواہی پر اٹھاتا ہے تو وہ شیطان کے سر پر یوں لگتی ہے جیسے لوہے کی لٹھ ماری گئی ہو تو جس نے ان حضرات کے پیٹ کے لئے تیجہ ساتواں وغیرہ کی صورت میں اتنے انتظام کئے ہیں آخر اس کے ساتھ کچھ تو ہمدردی ان حضرات کو ہونی چاہیے تو اسی ہمدردی کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے محسن و دوست کی پٹائی پر ناراض ہوں تو جناب مفتی صاحب نے راہ سنت کو جواب میں مقدم رکھنے کی وجہ گول مول بیان کی ہے مگر اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راہ سنت نے بہت سے خاندانوں اور بہت سے علاقوں سے ان حضرات کے مختلف حیلے بہانوں سے جاری کردہ کھانے پینے کی بدعات و رسومات کا خاتمہ کر کے ان حضرات کے روزمرہ معمولات کا ناطقہ بند کر دیا ہے جس پر ان حضرات کو غصہ آنا فطری امر ہے۔

چور مچانے شور : مشہور ہے کہ چور خود کو بچانے کے لئے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ زور سے چور چور کی دہائی دیتا ہے تاکہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈال سکے اسی

انداز کا اظہار جناب مفتی صاحب موصوف نے بھی کیا ہے چنانچہ وہ راہ سنت کے دلائل کے سامنے اپنے بے بسی اور عاجزی کو چھپانے کی خاطر یوں گویا ہیں کہ عوام پر رعب ڈالنے کی غرض سے کتاب کا حجم اس طرح بڑھا کر پیش کیا ہے کہ اس میں بہت سے غیر متعلق اور غیر ضروری بحثوں کو بھرتی کرنے کے ساتھ ساتھ بعض باتوں کو بے فائدہ طول دیا اور بعض میں تکرار سے کام لیا ہے اور مزید چالاکی یہ کی ہے کہ کتاب کے صفحات کو بڑھانے کی غرض سے کتابت میں موٹا قلم استعمال کیا ہے۔ (مصباح جلد اول صفحہ ۲۹) ہماری قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ راہ سنت کا مطالعہ بھی کریں اور مصباح سنت کو بھی دیکھیں ہر ایک کو خود معلوم ہو جائے گا کہ فضول بھرتی اور غیر ضروری اباحت کس میں ہیں اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کتاب کا حجم بڑھانے کی کوشش کس نے کی ہے۔ ہم راہ سنت اور مصباح سنت کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں کہ راہ سنت

۲۶ × ۲۰ سائز میں اور مصباح سنت $\frac{۳۰ \times ۲۰}{۸}$ سائز میں ہے اس لحاظ سے مصباح سنت اور راہ سنت لمبائی میں برابر ہیں مگر چوڑائی میں مصباح سنت زیادہ ہے مگر راہ سنت کی فی صفحہ اکیس سطریں ہیں جب کہ مصباح سنت کی فی صفحہ انیس سطریں ہیں پھر راہ سنت میں فی سطر اوسطاً بیس الفاظ ہیں جب کہ مصباح سنت چوڑائی میں زیادہ ہونے کے باوجود فی سطر اوسطاً اٹھارہ الفاظ پر مشتمل ہے اور اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ راہ سنت کی ایک عبارت کا حوالہ مفتی صاحب نے مصباح سنت صفحہ ۲۶ میں دیا ہے وہ مصباح سنت کی دو سطروں میں ہے جب کہ وہی عبارت راہ سنت کی ڈیڑھ سطر میں ہے۔ ایسی واضح حقیقت کے باوجود مفتی صاحب موصوف کا یہ انداز یقیناً چور مچائے شور کا مصداق ہے۔ مگر

سچ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا کیسے باندھو گے اسے اپنی زنجیروں سے

جہالتیں کس کی؟ مفتی صاحب موصوف نے جہالت کا عنوان

قائم کر کے جو اعتراضات کئے ہیں ان میں سے ہر اعتراض میں ان کی اپنی جہالت نمایاں ہے۔ مفتی صاحب موصوف کے اعتراضات کا انداز ہی ایسا ہے کہ ہم ان کی جہالتیں عوام الناس کو بتانے پر مجبور ہیں اس لئے کہ

یہ خاموش مزاجی تمہیں جینے نہیں دے گی اس دنیا میں جینا ہے تو کھرام چادو

بینوا و تو جروا لکھنے پر اعتراض اور مفتی صاحب کی جہالت:

مفتی صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ چنانچہ لکھنوی صاحب نے ایک مقام پر لکھا ہے بینوا و تو جروا ملاحظہ ہو۔ (راہ سنت صفحہ ۳۰۳) جواز حد غلط اور موصوف کی اشد جہالت ہے کیونکہ از روئے علم نحو بینوا شرط اور تو جروا اس کی جزا ہے جن کے درمیان واو عطف کا لانا قطعاً بے محل ہے۔ موصوف نے شرط و جزا کو مطوف علیہ و معطوف بنا دیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو وہ بتائیں کہ تو جروا کے ن اعرابی کو کس قاعدہ کی رو سے انہوں نے حذف کیا (مصباح جلد اول صفحہ ۳۰)

قارنین کرام: ہم مفتی صاحب موصوف کے سر پر مفتی کی پگڑی باندھنے والوں پر قربان جنھوں نے ان کو یہ بھی نہیں بتایا کہ جملہ انشائیہ شرط واقع نہیں ہو سکتا۔ جزاء پر فاء کو داخل کرنے کی بحث کرتے ہوئے ملا جائی فرماتے ہیں کہ اگر مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو اور اس پر لیت یا لعل داخل ہو جائے تو ایسی صورت میں خبر پر فاء کو داخل کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ کِیْتُ یا لَعَلَّ اس مبتداء پر داخل ہو کر اس کو جملہ انشائیہ

بنادیتے ہیں اور جملہ انشائیہ شرط واقع نہیں ہو سکتا لَآَنَّ الشَّرْطَ لَا يَكُونُ إِلَّا
 فِعْلًا (شرح ملا جامی صفحہ ۱۰۵) اس لئے کہ شرط صرف جملہ فعلیہ ہی ہو سکتا ہے۔
 ہماری مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اگر کافیہ اور شرح ملا جامی مشکل کتابیں ہیں تو کم
 از کم نحو میر اور اس کا حاشیہ ہی کسی استاد یا کسی دیوبندی مدرسہ کے کافیہ پڑھنے والے
 طالب علم سے سمجھ لیتے تو وہی ان کو بتا دیتا کہ بیٹو! امر کا صیغہ ہے اور جملہ انشائیہ ہے اور
 جملہ انشائیہ شرط واقع نہیں ہوتا بلکہ شرط کے لئے جملہ فعلیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اہل علم
 غور فرمائیں کہ مفتی صاحب موصوف نے جہالت کی ناکام مہر حضرت گلبرہ دیوی
 صاحب دام مجد ہم پر لگانے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ مہر مکمل طور پر خود ان پر ثبت ہوتی
 ہے۔

مفتی صاحب کی دوسری جہالت: مفتی صاحب نے بنیوا و

توجروا کے درمیان واؤ کو محض عاطفہ سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ واؤ تو جواب امر پر ہے۔
 ”قرآنی حکم ہے۔ فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“۔ اگر کسی چیز کا
 علم نہ ہو تو کسی علم والے سے پوچھ لیا کرو۔ تو ہماری مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ
 اگر ان کو اس کا علم نہیں تھا تو کسی دیوبندی مدرسہ کے کافیہ یا شرح ملا جامی پڑھنے والے
 طالب علم سے ہی پوچھ لیتے تو وہ بھی ان کو بتا دیتا کہ بیٹو! امر ہے اور توجروا جواب امر
 ہے اور جواب امر میں تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ جواب امر پر کوئی
 حرف داخل نہ ہو تو ایسی صورت میں جواب امر پر جزم ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ
 السلام نے ہر قل کی جانب لکھے گئے خط میں فرمایا تھا ”أَسْلِمْتُ تَسْلِمُ“ (بخاری جلد

اول صفحہ ۵) اور دوسری حالت یہ ہے کہ جواب امر پر فاء داخل ہو۔ تو اس فاء کے بعد اُنْ مقدر ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں جواب امر اُنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے علم نحو کی عام کتابوں میں اس کی مثال ”زُرْنِي فَاكْرِمْكَ“ بیان کی گئی ہے۔ اور تیسری حالت یہ ہے کہ جواب امر پر واؤ داخل ہو۔ اس واؤ کے بعد بھی اُنْ مقدر ہوتا ہے اور جواب امر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے اَسْلِمَ وَتَسْلِمَ۔ جناب مفتی صاحب غور کریں کہ بینوا امر ہے اور تو جر و ا جواب امر ہے اور واؤ کے بعد اُنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور تو جر و ا کے منصوب ہونے کی وجہ سے ہی نون اعرابی گر گیا ہے اس لئے کہ فعل مضارع کے تشنیہ اور جمع کی نصی حالت میں نون اعرابی گر جاتا ہے۔

مفتی صاحب کا علم زیادہ ہے یا ان کے اعلیٰ حضرت کا:

کاش مفتی صاحب نے حضرت لکھڑوی دام مجدہم پر اعتراض کرنے اور اپنی جہالت کا مظاہرہ کرنے سے قبل اپنے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ کو ہی بغور دیکھ لیا ہوتا تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم نے اس بارہ میں کوئی غلطی نہیں کی بلکہ مفتی حضرات سے مسائل دریافت کرنے والے مفتی حضرات جو تین انداز کے الفاظ لکھتے ہیں ان ہی میں سے ایک طریق اختیار کیا ہے۔ اور یہ تینوں انداز مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت سے فتویٰ طلب کرنے والے حضرات نے بھی استعمال کئے ہیں اور ان کے اعلیٰ حضرت نے کسی انداز پر گرفت نہیں کی۔ ان تین انداز میں سے ایک انداز یہ ہے کہ بینوا تو جر و ا لکھا جائے یعنی بینوا اور تو جر و ا کے درمیان کوئی حرف نہ لایا جائے اور یہ انداز مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت

کے فتاویٰ میں اکثر ہے۔ اور دوسرا انداز یہ ہے کہ تو جروا پر فاداخل کر کے فتو جروا لکھا جائے جیسا کہ کتاب الطہارۃ مسئلہ نمبر ۱۱ کے مستفتی نے لکھا بینوا باللیل فتو جروا عند الجلیل (فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۱۲ جلد اول طبع لائل پور)

اور تیسرا انداز یہ ہے کہ تو جروا پر واو داخل کی جائے اور اسی انداز پر جناب مفتی صاحب نے اعتراض کیا ہے حالانکہ ان کے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں مستفتی حضرات نے بینوا و تو جروا کے الفاظ بھی لکھے ہیں ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد ۱ صفحہ ۶۰۹، مسئلہ نمبر ۷۵، اور جلد ۱ صفحہ ۶۱۰ مسئلہ نمبر ۷۸ اور جلد ۱ صفحہ ۶۱۹۔ مسئلہ نمبر ۹۵۔ اور جلد ۱ صفحہ ۶۲۔ مسئلہ نمبر ۱۰۸۔ یہ چند مقامات کی نشاندہی ہم نے کر دی ہے حالانکہ ان کے علاوہ بھی فتاویٰ رضویہ کے مستفتی حضرات نے بینوا و تو جروا لکھا ہے مگر مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب یہ فیصلہ بریلوی علماء ہی فرمائیں کہ راہ سنت کے جواب کا شوق پورا کرنے والے مصباح سنت کے مصنف مفتی صاحب کا علم زیادہ ہے یا ان کے اعلیٰ حضرت کا علم زیادہ تھا۔ اگر حضرت گکھڑوی صاحب دام مجد ہم کا بینوا تو جروا لکھنا مفتی صاحب کے نزدیک جہالت ہے تو اس جہالت کا ارتکاب حضرت گکھڑوی صاحب سے پہلے آپ کے اعلیٰ حضرت کر چکے ہیں ان کو جہالت کے گڑھے سے کون نکالے گا۔ کیا ہے کوئی اعلیٰ حضرت کا سچا پیرو کار جو اپنے اعلیٰ حضرت کی صفائی دیتے ہوئے مفتی عبد المجید خان سے جواب طلبی کرے۔۔۔ اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو۔

سنت کی تعریف پر اعتراض اور اس کا جواب:

مفتی صاحب اعتراض کا شوق پورا کرتے ہوئے اور اپنی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علاوہ ازیں سنت کی اصولی تعریف موصوف نے اس طرح لکھی ہے ”سنت کو (جو آنحضرت ﷺ کا قول و عمل ہے) (الحفظ ملاحظہ ہو) (راہ سنت ص ۱۴۵) جو صحیح نہیں کیونکہ تقریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کا جزء ماہیت ہے۔ (مصباح ص ۳۰) **الجواب:** اس اعتراض میں بھی مفتی صاحب نے دو جہالتوں کا ثبوت دیا ہے

پہلی جہالت: کہ انھوں نے سنت کی اس مذکورہ تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ اس تعریف میں تقریر کو شامل نہیں کیا گیا۔ مگر مفتی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حدیث اور سنت کی تعریف میں تقریر کو وضاحت سے ذکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ افعال ہی میں تقریر بھی شامل ہے جیسا کہ علامہ طاہر بن صالح الجزائری نے حدیث کی تعریف یوں کی ہے۔

الْحَدِيثُ اقْوَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَافْعَالُهُ وَرَبْرَآگے لکھتے ہیں وَيَدُّ خُلْفِي اَفْعَالِهِ تَقْرِيرُهُ۔ (توجیہ النظر صفحہ ۲) کہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کے افعال کو کہتے ہیں اور آپ کے افعال میں آپ کی تقریر بھی شامل ہے اور مفتی صاحب کے اپنے بریلوی مسلک کے عالم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث

اس علم کو کہتے ہیں جس سے حضور صلی اللہ علیہ کے اقوال، افعال، احوال اور اوصاف کی معرفت حاصل ہو۔ اور پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور کی تقریرات بھی احوال میں شامل ہیں۔ (ترجمہ مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۸) علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے بھی حدیث کی تعریف میں تقریر کو صراحت سے نہیں لکھا اور نہ ہی اس کو ضروری سمجھا بلکہ کہا کہ احوال میں تقریرات بھی شامل ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ کیا حضرت گکھڑوی صاحب دام مجد ہم تقریر کو افعال میں شامل مانتے ہیں کہ نہیں تو اس بارہ میں ان کی وہ بحث مد نظر رکھنی چاہیے جو انھوں نے اپنی کتاب احسان الباری صفحہ ۴۹ میں فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ افعال میں تقریر شامل ہے۔ اس لئے مفتی صاحب کا حضرت گکھڑوی صاحب دام مجد ہم پر اعتراض کہ انہوں نے حدیث کی تعریف میں تقریر کو ذکر نہ کر کے جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔ تو یہ جہالت حضرت گکھڑوی صاحب دام مجد ہم کی نہیں بلکہ خود مفتی صاحب موصوف کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے جو محدثین کرام کے انداز ہی سے ناواقف ہیں۔

دوسری جہالت: مفتی صاحب نے دوسری جہالت کا ثبوت یہ دیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر کو سنت کا جزء ماہیت قرار دے رہے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے جزء ماہیت کا لفظ تو سن رکھا ہے مگر اسکے معنی اور مفہوم سے بالکل بے خبر ہیں۔ اگر وہ علم منطق کی عربی یا فارسی زبان میں کتابیں سمجھنا دشوار سمجھتے ہیں تو کم از کم اردو میں لکھی ہوئی تیسیر المنطق کو ہی دیکھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کی ماہیت وہ چیزیں ہوتی ہیں جن سے ملا کر وہ چیز بنے اور اگر ان میں سے

ایک چیز بھی نہ ہو تو وہ چیز موجود ہی نہ ہو سکے جیسے انسان کی ماہیت حیوان ناطق ہے اگر حیوان نہیں تو انسان نہیں اسی طرح اگر ناطق نہیں تو انسان نہیں ہو سکتا۔ اگر مفتی صاحب تقریر کو سنت کا جزء ماہیت سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک سنت صرف وہ کہلا سکتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل اور تقریر تینوں موجود ہوں۔ اور ایسی ایک سنت بھی مفتی صاحب کیا ان کا سارا طبقہ بھی دنیا کی کسی حدیث کی کتاب سے ثابت ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بیچارے مفتی صاحب کو جزء ماہیت کے معنی اور مفہوم کا ہی علم نہیں ہے یا پھر وہ دنیا سے سنت کو ثابت کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن بنانا چاہتے ہیں۔

سنت اصولیہ کو بدعت کے مقابل کہنے پر اعتراض:

مفتی صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں علاوہ ازیں اس مقام پر گکھڑوی صاحب نے سنت اصولیہ کو مقابل بدعت بھی سمجھ لیا ہے جو ان کی ایک اور جہالت ہے۔ ”لان بینہما بونا بعیداً“۔ (مصباح صفحہ ۳۰۰ جلد ۱)

الجواب: اس اعتراض میں بھی مفتی صاحب نے خود اپنی ہی جہالت کا ثبوت دیا ہے اس لئے کہ علماء محدثین نے سنت کے مقابل کو بدعت ہی کہا ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ”وَتَطْلُقُ فِي الشَّرْعِ فِي مُقَابِلِ السَّنَةِ فَتَكُونُ مَرْمُومَةً“۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۱۹) کہ شریعت میں بدعت کا اطلاق مقابل سنت پر کیا جاتا ہے پس وہ مذموم ہوتی ہے۔ اور علامہ مرتضیٰ الزبیدی فرماتے ہیں

کل محدثة بدعة انما يريد ما خالف اصول الشريعة ولم يوافق السنة“۔ (تاج العروس جلد ۵، صفحہ ۲۷۱) ہر نئی گھڑی ہوئی چیز بدعت ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو اصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔ اس کی مزید تفصیل راہ سنت میں ملاحظہ فرمائیں۔ جب علماء نے تصریح کی ہے کہ مقابل سنت کام بدعت ہوتا ہے تو مفتی صاحب موصوف کا اس پر اعتراض محض جہالت ہے۔

حضور علیہ السلام کے کسی کام کو ترک کرنے کو سنت کہنے پر اعتراض:

حضرت والد صاحب دام مجدہم نے لکھا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو کرنا سنت کہلاتا ہے اسی طرح فعل کا داعیہ ہوتے ہوئے اس کا ترک بھی سنت کہلاتا ہے اس پر اعتراض کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں: ”خیر انھوں نے لکھا ہے جس طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو کرنا سنت ہے اسی طرح کسی کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (راہ سنت صفحہ ۹۲ نیز ۹۳، نحوہ) جو بلا دلیل اور قطعاً غلط ہے کیونکہ سنت فعل کا نام ہے عدم فعل کا نہیں۔ (مصابح صفحہ ۳۰، ۳۱ جلد اول)

الجواب: راہ سنت میں حضرت ملا علی قاریؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ صاحب صاحب مظاہر الحقؒ، صاحب مواہب لطیفہ شرح مسند امام ابوحنیفہؒ ہدایہ اور عالمگیری وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام سے ثابت فعل کی اتباع سنت ہے اسی طرح جس کام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کا ترک بھی سنت ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عمارہ بن رومیہؓ سے نقل کیا کہ

وہ ایسے امور کا سختی سے رد فرماتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔
 اتنے واضح اور صریح دلائل کے ہوتے ہوئے مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ بلا دلیل ہے
 خالص ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

فطرۃ اللہ کے ترجمہ پر اعتراض:

مفتی صاحب موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں نیز موصوف نے قرآنی الفاظ ”
 فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا“ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا
 وہ قانون فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(راہ سنت صفحہ ۱۲) اقول اسمیس موصوف نے فطرۃ اللہ کے الفاظ کو محذوب (اصل لفظ
 محذوف ہے۔ قارئین) ہذہ کی خبر بنا دیا ہے جیسا کہ ان کے لفظ یہ سے ظاہر ہے جو
 قطعاً خلاف فطرت ہے کیونکہ خبر مبتدا مرفوع ہوتی ہے جو کسی مبتدی لا یعقل پر بھی
 مخفی نہیں فضلا عن عاقل۔ جب کہ نظم قرآنی میں لفظ فطرۃ منصوب واقع ہے۔
 (مصباح ۳۱)

الجواب: یہاں بھی مفتی صاحب موصوف نے اپنی دو جہالتوں کا ثبوت دیا ہے
 پہلی جہالت یہ کہ ان کو تفسیر کے اصول و ضوابط کا ہی پتہ نہیں ورنہ وہ ایسا اعتراض نہ کرتے۔
 مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ قرآن کریم کی آیات
 کے معانی و تفسیر میں صرف ظاہری الفاظ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اسلوب اور سیاق و سباق کو
 ملحوظ رکھ کر معنی و تفسیر کی جاتی ہے اسی لئے تو حضرات مفسرین کرام نے قرآن کریم کی
 تفسیر کرتے وقت الفاظ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مفہوم کی وضاحت کے لئے قرآنی

الفاظ کے آگے یا پیچھے تفسیری کلمات کا اضافہ کیا ہے تاکہ مفہوم درست ہو سکے۔ تقریباً تمام تفاسیر میں یہی انداز اختیار کیا گیا ہے اس پر بے شمار حوالہ جات پیش کئے جاسکتے ہیں مگر ہم یہاں سر دست مفتی صاحب موصوف کے مقتدا و پیشوا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ترجمہ ہی سامنے رکھتے ہیں تاکہ انصاف پسند بریلوی حضرات کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ مفتی صاحب کے اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟ چنانچہ مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت ایک جگہ سۃ اللہ کا ترجمہ کرتے ہیں اللہ کا دستور چلا آرہا ہے (ترجمہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۷ صفحہ ۶۷۵) اور دوسری جگہ ترجمہ کرتے ہیں اللہ دستور چلا آتا ہے (ترجمہ صفحہ ۶۸۰) اور تیسری جگہ اسی سۃ اللہ کا ترجمہ کرتے ہیں اللہ کا دستور ہے (ترجمہ ۸۱۸) اب کوئی مفتی صاحب موصوف سے پوچھے کہ سۃ اللہ تو مضاف مضاف الیہ ہیں مگر آپ کے اعلیٰ حضرت نے ترجمہ مبتدا خبر والا کیا ہے۔ حالانکہ مبتداء اور خبر دونوں مرفوع ہوتے ہیں جب کہ یہاں منصوب اور لفظ اللہ مجرور ہے۔ پھر حضرت گلکھڑوی صاحب دام مجد ہم کے ترجمہ کرنے کے جس انداز کو مفتی صاحب موصوف نے جہالت اور خلاف فطرت قرار دیا ہے وہی انداز تو ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی اختیار کیا ہے چنانچہ وہ صُنع اللہ کا ترجمہ کرتے ہیں یہ کام ہے اللہ کا (ترجمہ ص ۶۱۵) مفتی صاحب موصوف نے فطرۃ اللہ کے ترجمہ پر اعتراض یہ کیا ہے کہ فطرۃ کو مبتدا محذوف ہذہ کی خبر بنا دیا ہے ہے حالانکہ وہ منصوب ہے تو مفتی صاحب کو دعوت فکر دی جاتی ہے کہ غور کریں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بھی تو صُنع کو مبتدا محذوف ہذا کی خبر بنایا ہے جس پر ظاہر ان کا لفظ یہ ہے حالانکہ وہ منصوب ہے۔ اگر فطرۃ منصوب

خبر نہیں بن سکتی تو صُنع منسوب کو اعلیٰ حضرت نے کیسے خبر بنا دیا۔ اگر مفتی صاحب کے نزدیک حضرت لکھنوی صاحب دام مجدہم کا یہ انداز اختیار کرنا جہالت اور خلاف فطرت ہے تو ان کے اعلیٰ حضرت کا انداز پہلے جہالت اور خلاف فطرت ثابت ہوتا ہے اور اگر ان کے اعلیٰ حضرت کا یہ انداز درست ہے تو اسی انداز کو اختیار کرنے کی وجہ سے حضرت لکھنوی صاحب دام مجدہم پر اعتراض مفتی عبدالمجید خان صاحب کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

میں اس واسطے چپ ہوں کہ تماشہ نہ بنے تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے لگے کچھ بھی نہیں مفتی صاحب موصوف کی دوسری جہالت یہاں یہ ہے کہ وہ فطرۃ اللہ کے اس ترجمہ کو خلاف فطرت قرار دے رہے ہیں جو ترجمہ حضرت والد صاحب دام مجدہم نے کیا ہے۔ اس ترجمہ کو خلاف فطرت کہنا مفتی صاحب کی جہالت کا ثبوت ہے اس لئے کہ فنی اصطلاحات تو ساری کی ساری ظنی ہیں اور بزعم خود مفتی صاحب جن اصطلاحات کی خلاف ورزی پر ترجمہ کو خلاف فطرت کہہ رہے ہیں وہ اصطلاحات بھی ظنی ہیں۔ اگر فنی اصطلاحات میں حقیقتاً بھی کسی نے غلطی کی ہو تو اس کو خلاف فطرت نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ غلطی بھی نہ ہو اور پھر اس کو خلاف فطرت قرار دیا جائے ایسے مفتی صاحب اس طبقہ کو مبارک ہوں جنہوں نے راہ سنت کا جواب لکھنے کے لئے ایسی شخصیت کا انتخاب کیا ہے اور راہ سنت کی حیثیت گھٹانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر

سبھی پتھر کی لکیریں بھی مٹا کرتی ہیں کتنے سادہ ہیں تیرا نام مٹانے والے

اوصیکم باصحابی کے معنی پر اعتراض: صوفی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔
 علاوہ ازیں موصوف نے ایک حدیث اَوْصِيْكُمْ بِاَصْحَابِيْ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔
 میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں (کہ ان کے نقش قدم پر چلنا) ملا
 خطہ ہو (راہ سنت صفحہ ۴۲) نیز صفحہ ۵۱) ولفظہ وصیت کرتا ہوں (کہ ان کی پیروی کرنا)
 جو نہایت درجہ غلط اور بدترین جہالت یا تجاہل ہے کیونکہ وصی کا مادہ ب کے صلہ کے
 ساتھ کسی کی پیروی کرنے کے معنی میں ہرگز نہیں آتا ہے۔ (مصباح سنت ص ۳۱)

الجواب: مفتی صاحب موصوف نے یہاں بھی اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اس
 لئے کہ وصیت کے کئی معانی اہل لغت نے بیان کئے ہیں جن میں سے ایک معنی یہ ہے
 کہ کسی سے کسی چیز کا عہد لینا یعنی اس چیز کا پابند بنانا اور یہ پابند بنانا کس چیز میں ہے تو
 اس کا تعین کلام کے سیاق و سباق سے کیا جاتا ہے۔ اس بارہ میں جو روایت حضرت
 والد صاحب دام مجدہم نے اوصیکم باصحابی کے الفاظ سے پیش کی ہے اس میں آگے
 فیلزم الجماعة کے الفاظ ہیں کہ جماعت کو لازم پکڑو اور ایک روایت میں
 علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة کے الفاظ ہیں۔ (الجامع الصغیر للسیوطی
 ج ۱ ص ۲۷۸) کہ الجماعة کو لازم پکڑو اور الجماعة کی علیحدگی سے بچو اور الجماعة سے مراد
 حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے تو صحابہ کرامؓ کی جماعت کو لازم پکڑنے اور ان
 سے علیحدگی سے بچنے کا مفہوم یہی ہے کہ ان کی اتباع کرو۔ اور پھر فرقہ ناجیہ کا تعین کر
 تے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نجات پانے والا فرقہ وہ ہوگا ما انا
 علیہ واصحابی کہ جو اس طریقہ پر ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ تو اس حدیث

میں بھی حضور علیہ السلام نے اپنی اور اپنے صحابہؓ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اس لئے پیش کردہ روایت کے سیاق و سباق اور ما انا علیہ واصحابی اور اس جیسی دیگر روایات کے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ متعین ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کا اپنی امت کو اپنے صحابہ کرامؓ کے بارے میں وصیت کرنا ان کی اتباع کا پابند بنانا تھا۔ مگر مفتی صاحب موصوف نے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے خواہ مخواہ اس پر اعتراض کیا ہے۔ باقی رہا یہ کہ جن روایات میں استوصوا بہم خیرا۔ استوصوا بالنساء خیرا اور وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باہل مصر کے الفاظ آتے ہیں۔ تو ان میں سے ہر ایک کا ترجمہ اور مفہوم اسی کے مطابق اور اس کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھ کر کیا جائیگا۔

مفتی صاحب کی بڑھک: مفتی صاحب بڑھک مارتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وصی کا مادہ ب کے صلہ کے ساتھ کسی کی پیروی کرنے میں معنی میں ہرگز نہیں آتا۔ الخ۔ مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ وصیت کا معنی پیروی کرنا آتا ہی نہیں ہے خواہ وہ ب کے صلہ کے ساتھ ہو یا ب کے صلہ کے بغیر ہو۔ بلکہ وصیت کا ایک معنی پابند بنانا آیا ہے اور پابند بنائی گئی چیز کا تعین سیاق و سباق سے کیا جاتا ہے۔ اور اگر مفتی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ وصیت کی گئی چیز کا تعین پیروی کرنا نہیں ہو سکتا تو پھر وہ بڑھک مارنے سے پہلے اپنے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر لکھے گئے اپنے صدر الافاضل مراد آبادی صاحب کے تفسیری حاشیہ کو ہی دیکھ لیتے تو ان کو معلوم

ہو جاتا کہ انکی بڑھک فضول ہے چنانچہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے **وَوَصَّيْنَا**
الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ کا ترجمہ کیا ہے اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں
 تاکید فرمائی۔ اس پر مراد آبادی صاحب تفسیری حاشیہ لکھتے ہیں کہ ان کا فرمانبردار رہے
 اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرے (ترجمہ اعلیٰ حضرت ص ۶۵۷) مفتی صاحب ذرا
 ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ووصینا میں مادہ وصی بھی ہے اور اس کے بعد بوالد یہ
 کے شروع میں ب بھی ہے اس کے باوجود آپ کے صدر الافاضل مراد آبادی فرمانبردار
 رہے کا معنی کر رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ بریلوی علماء ہی کریں کہ ان کے صدر
 الافاضل کا ترجمہ جو کہ حضرت گکھڑوی صاحب دام مجدہم کے کئے ہوئے ترجمہ کے
 موافق ہے وہ درست ہے یا کہ مفتی عبد المجید خان کی بڑھک درست ہے۔

کیا وصیت صرف ادب و احترام کی تھی؟

مفتی صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں کہ واضح رہے کہ او صبیکم با صحابی الخ کا
 مفہوم صرف اور صرف صحابہ کرام اور دیگر خیر القرون کا ادب و احترام بجالانے
 اور ان سے حسن سلوک کرنے کا حکم دینا ہے (مصباح جلد ۱، صفحہ ۳۳)۔

الجواب: ہر مسلمان جانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ عقائد و
 اعمال و احوال ہی اصل دین ہیں۔ اور اس اصل دین کے چشم دید گواہ حضرت صحابہ
 کرامؓ ہی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو حضرات صحابہ کرامؓ کے بارہ
 میں وصیت کرنا صرف ان کے ادب و احترام بجالانے کا ہی نہیں بلکہ ان کی اتباع کا حکم
 دینا ہے تاکہ دین کا اصل نقشہ باقی رہے۔ مگر مفتی صاحب موصوف اپنے مروجہ بدعتی

اعمال کے تحفظ کے لئے سرے سے اس کا انکار کر رہے ہیں کہ صحابہ کی اتباع کا نہیں بلکہ صرف ان کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

خیانت کا بہتان : مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ لکھڑوی صاحب نے مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کا ترجمہ کرتے ہوئے خیانت کی ہے اس میں مالیس منہ کا ترجمہ نہیں کیا اور یہ ترجمہ کیا ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی۔ کوئی نئی چیز گھڑی۔ کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہوگی۔ (مصابح ص ۳۴ ملخصاً)

الجواب : ہم نے ابتداء میں عرض کی تھی کہ مفتی صاحب اردو عبارت کی باریکیاں سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں چہ جائیکہ وہ عربی یا فارسی عبارات کی باریکیاں سمجھ سکیں۔ مفتی صاحب موصوف نے اپنی کتاب میں کئی مقامات میں ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچانے کی دلیلیں فراہم کی ہیں ان میں سے ایک مقام یہ بھی ہے اس لئے مفتی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ دین میں نئی بات ایجاد کرنا۔ گھڑنا اور نئی بات نکالنا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ وہ اس میں سے نہ ہو اس لئے کہ جب وہ چیز دین میں سے ہی ہوگی تو اس کو گھڑنا نہیں کہتے بلکہ اس کو دین یا دینی مسائل کی وضاحت کہتے ہیں۔ اور دین وہی ہے جو ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو اور جس چیز کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے نہ ہو تو وہ نئی ایجاد اور دین میں گھڑی ہوئی ہونے کی وجہ سے مردود ہوگی۔ اس لئے حدیث کا ترجمہ کرتے وقت مالیس منہ کا معنی ترک نہیں کیا گیا جیسا کہ مفتی صاحب نے اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ لیا ہے بلکہ اس کے مفہوم کا لحاظ

رکھ کر ترجمہ مختصر اور جامع کیا گیا ہے۔ پھر راہ سنت کے بعد والے ایڈیشنوں میں علامہ تفتازانی سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ دین میں نئی بات نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ جو بات دین میں سے نہیں ہے اس کو دین میں قرار دیا جائے۔ جب یہ وضاحت بھی موجود ہے تو اس کے باوجود اس کو خیانت قرار دینا نری جہالت اور خالص ہٹ دھرمی ہے۔

مذہبی خودکشی یا مفتی صاحب کی جہالت :

مفتی صاحب موصوف مذہبی خودکشی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ راہ سنت کے مصنف نے عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ اور ان کے اکابر یکے حنفی اور سنی مسلمان ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ان کو وہابی وغیرہ کہنا سراسر بہتان خالص افتراء اور بے سفید جھوٹ ہے اور پھر اپنے قلم سے اپنی وہابیت کا ان لفظوں میں اقرار بھی کیا ہے کہ مفتی صاحب ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ فرمائیں کہ وہابی دیوبندی تو خیر بقول شما دشمن ہوئے الخ جو ان کی مذہبی خودکشی کی بدترین مثال ہے کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بقلم خود مسلمان اور کم از کم سنی حنفی ہرگز نہیں۔ (مصباح جلد ۱ صفحہ ۳۵ ملخصاً)

الجواب : مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ بعض دفعہ متکلم دوسرے کے الفاظ کو ہی ملحوظ رکھ کر جواب دیتا ہے اس کو اقرار نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد یہ مراد ہوتی ہے کہ جس کو تم ایسا کہہ رہے ہو اس کی بات ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ منافقین میں سے بعض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی خاطر کہتے هُوَ اَذُنٌ کہ وہ کان ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ (سورۃ التوبہ آیت ۶۱) آپ کہہ دیجئے کہ کان ہے تمہارے بھلے

کے واسطے۔ اس میں اقرار نہیں کہ حضور علیہ السلام اس معنی میں کان ہیں جس معنی میں منافقین نے کہا تھا بلکہ منافقین کے الفاظ کو ہی ملحوظ رکھ کر جواب دیا گیا کہ اگر وہ کان ہے تو تمہارے بھلے کیلئے ہے اس میں الفاظ وہی ہیں جو منافقین نے کہے تھے مگر اس کا مفہوم وہ نہیں ہے جو منافقین نے لیا تھا۔ اسی طرح راہ سنت میں جو مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی کو مخاطب کر کے جواب دیا گیا ہے تو ان ہی کے الفاظ کو ملحوظ رکھ کر جواب دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے کہا تھا کہ وہابی دیوبندی جس طرح کہ زندہ مسلمانوں کے دشمن ہیں اسی طرح مردوں کے بھی دشمن ہیں تو جواب میں ان سے کہا گیا کہ مفتی صاحب ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ فرمائیں کہ وہابی دیوبندی تو خیر بقول شاد دشمن ہوئے۔

(راہ سنت صفحہ ۲۸۳) تو مفتی صاحب موصوف کا اس کو اقرار کہنا خصوصاً جب کہ الفاظ میں بقول شاد کے الفاظ بھی ہیں تو یہ ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہمارا ظن غالب ہے کہ موصوف بقول شاد کا معنی بھی نہیں جانتے۔ پھر الفاظ وہی ہیں مگر جس طرح قل اذن میں اذن کا وہ معنی نہیں جو منافقین نے لیا تھا تو اسی طرح یہاں بھی وہابی دیوبندی کا معنی وہ نہیں جو مفتی احمد یار خان صاحب نے لیا تھا بلکہ اس کا معنی وہ ہے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا ہے کہ اس وقت اور ان اطراف میں وہابی تتبع سنت کو کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۹۶)

راہ سنت نام پر پہلا اعتراض:-

مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ راہ سنت نام رکھنا گکھڑوی صاحب کے مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق بدعت سیئہ ہے۔ (مصباح جلد ۱ صفحہ ۳۷)۔

الجواب :- اگر مفتی صاحب کو راہ سنت بنظر انصاف پڑھنے کا حوصلہ نہیں ہوا تو

دیگر قارئین کرام نے ضرور راہ سنت میں پڑھا ہوگا کہ حضرت گکھڑوی صاحب دام

مجدہم نے ہر نو ایجاد چیز کو بدعت نہیں کہا بلکہ انھوں نے دین میں نئی چیز ایجاد کرنے کو

بدعت سیئہ قرار دیا ہے اور دین میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو فرض۔ واجب

۔ سنت یا کم از کم مستحب کا درجہ دیا جائے یا اس کے تارک پر کفر و ضلالت کا فتویٰ لگایا

جائے یا اس کے ترک پر طعن کیا جائے جیسا کہ اہل بدعت نے جو چیزیں ثواب سمجھ کر

ایجاد کی ہیں وہ ان چیزوں کی لوگوں کو اس انداز سے ترغیب دیتے ہیں جیسا کہ کسی فرض

یا واجب کی ہوتی ہے اور ان کے ترک پر ناک چڑھانا اور وہابی کا طعن دینا اور بزعم

خویش ایسے لوگوں کو اہل سنت سے خارج سمجھنا تو کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ ایسی نو

ایجاد چیزوں سے مفتی صاحب اور ان کے ہمنوا بدعت ہونے کا اطلاق قطعاً ختم نہیں

کر سکتے صرف طفل تسلی کے لئے اور عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے ہر نو ایجاد کو

بدعت کے زمرہ میں شمار کرنے کا بہتان باندھ کر اپنے عوام کو خوش رکھنے کا بے کار سہارا

لیتے رہتے ہیں۔ راہ سنت جو ایک کتاب کا نام رکھا گیا ہے تو نہ تو اس نام کو فرض یا

واجب یا سنت یا مستحب کہا گیا ہے اور نہ ہی اس کے ترک پر کسی کو طعن دیا گیا ہے۔

بلکہ سنت کے ثبوت اور اس کی اہمیت کے دلائل اور بدعت کی قباحت اور مروجہ بدعات

میں سے بعض کے بادل اکل رد کے موضوع پر ایک محقق مجموعہ کا یہ نام رکھا گیا ہے تاکہ اس مجموعہ کے شائقین اس نام سے اس کو حاصل کر سکیں۔ اس لئے اس نام کو نہ دین کا حصہ قرار دیا گیا ہے اور نہ ہی اس کو بدعت سیئہ کے زمرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ مفتی صاحب موصوف سے تو یہ توقع نہیں مگر دیگر قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ راہ سنت میں بدعت سیئہ کی جو تعریف کی گئی ہے اس کو بنظر انصاف پڑھیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ راہ سنت نام رکھنا حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم کے ضابطہ کے مطابق بدعت سیئہ بنتا ہے یا کہ مفتی صاحب موصوف کا بے جا الزام ہے اور راہ سنت میں بیان کردہ ضابطہ کو توڑ مڑ کر بیان کرنے کی بدترین کوشش ہے۔

دوسرا اعتراض: مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ

المنهاج الواضح کا معنی راہ سنت کیا ہے جیسا کہ ان دونوں کے درمیان یعنی کے لا یعنی کلمہ سے ظاہر ہے۔ دوسرے لفظوں میں راہ سنت کے لئے انھوں نے المنهاج الواضح کے الفاظ کا انتخاب کیا ہے جب کہ وہ ان کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت نہیں ورنہ وہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث کے مطلوبہ معیار کے حوالہ سے بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کریمہ کے لئے بعینہ اور یہ ہیئت کذا ایہ یہ الفاظ کب اور کہاں استعمال فرمائے تھے۔ (مصابح جلد اول صفحہ ۳۷ ملخصاً)

الجواب: مفتی صاحب موصوف کو اعتراض ہے کہ المنهاج الواضح کی تعبیر راہ سنت کے ساتھ کیوں کی ہے تو اس بارہ میں اگر وہ اپنے حکیم الامت مفتی احمد یار

خان صاحب کی اپنے بیٹے کے نام سے شائع کردہ کتاب راہ جنت ہی پڑھ لیتے تو ان کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ شریعت کے معنی ہیں۔ ظاہر اور کھلا عام راستہ (راہ جنت صفحہ ۴۹) اب کوئی مفتی صاحب موصوف سے پوچھے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت شریعت ہے یا کہ نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر سنت کو کھلا عام راستہ جس کو المنہاج الواضح سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں اعتراض کی کوئی بات ہے جب کہ مضباح اللغات صفحہ ۳۹۹ میں سنت کے دیگر معانی کے ساتھ اس کا ایک معنی شریعت بھی کیا گیا ہے۔ پھر مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ جہاں کسی کلمہ یا کلام کے بعد یعنی ذکر کیا جاتا ہے تو وہ لا یعنی نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ اس کے بعد والا کلام پہلی کلام کا لفظی ترجمہ نہیں بلکہ اس کی مراد ہے جس کی وضاحت تکلم یا شارح کڑتا ہے اور اس سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اگر مفتی صاحب موصوف کو کوئی اور کتاب دیکھنے کی فرصت نہیں ملی تو انھوں نے کم از کم اپنے صدر الافاضل مراد آبادی صاحب کے تفسیری حاشیہ کو تو ضرور دیکھا ہوگا جس میں وہ اپنے اعلیٰ حضرت کے الفاظ کی یعنی کے ساتھ تعبیر واضح کرتے ہیں۔ اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مفتی صاحب موصوف کا یہ کہنا کہ المنہاج الواضح کا معنی راہ سنت کیا ہے یہ ان کی اصول سے بالکل بے خبری کی علامت ہے۔

راہ سنت نام رکھنا جہالت یا مفتی صاحب کی اپنی جہالت :-

مفتی صاحب موصوف یہ نام جہالت بھی ہے کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں

واضح رہے کہ راہ سنت کے الفاظ المنہاج یا الواضح کا لغوی اور لفظی ترجمہ بھی نہیں ورنہ گلکھڑوی صاحب کسی عربی ڈکشنری سے اس کا مطلوبہ معیاری ثبوت پیش کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ سنت کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ المنہاج یا الواضح ۷ (مصباح جلد ۱۔ صفحہ ۳۸)

قارئین کرام :- ہم نے وضاحت کر دی ہے کہ المنہاج الواضح کا ترجمہ راہ سنت نہیں کیا گیا بلکہ مصنف نے اس سے جو مراد لی ہے اس کی وضاحت ہے اس لئے کہ المنہاج کا معنی ہے واضح راستہ اور پھر اس کی صفت الواضح لائی گئی تو اس وصف نے پہلے لفظ میں پائی جانے والی وصف میں اضافہ کیا تو معنی یہ ہوا کہ بہت ہی واضح راستہ یا اس وصف کی وجہ سے پہلی وصف میں حصر پیدا ہو گیا اور مفہوم یہ ہوا اصل واضح راستہ اور مصنف نے خود بتا دیا کہ اس سے میری مراد سنت کا راستہ ہے جو اصل واضح راستہ بھی ہے اور بہت واضح راستہ بھی ہے جس پر ہر مسلمانوں کو چلنے کی دعوت دی جاتی ہے اور یہی راستہ منزل مقصود تک پہنچانے والا بھی ہے اور اس سے کوئی بھی سنی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اس لئے مفتی صاحب موصوف کو کسی عربی ڈکشنری سے المنہاج الواضح کا لغوی یا اصطلاحی معنی راہ سنت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مفتی صاحب کی انوکھی دلیل :-

مفتی صاحب لکھتے ہیں علاوہ ازیں اس کے غلط اور پر جہالت ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ المنہاج الواضح مرکب تو صغی ہے جب کہ راہ سنت مرکب

اضافی ہے پس اگر ثانی الذکر اول الذکر کا ترجمہ ہوتا تو اسے بھی مرکب توصیفی ہونا چاہیئے تھا جب کہ ایسا نہیں ہے۔ (منصباح جلد ۱۔ صفحہ ۳۹)

پہلا جواب :- ہم نے وضاحت کر دی ہے کہ المنہاج الواضح کا معنی راہ سنت نہیں کیا گیا بلکہ اس کی مراد کو واضح کیا گیا ہے۔ پھر مفتی صاحب نے جو انوکھی دلیل دی ہے اس میں انہوں نے اپنی جہالت کا کھلم کھلا اظہار کیا ہے اس لئے ان کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جب الفاظ مرکب توصیفی ہوں تو ان کا ترجمہ بھی مرکب توصیفی ہو اور اگر الفاظ مرکب اضافی ہوں تو ان کا ترجمہ بھی مرکب اضافی ہونا چاہئے۔ ایسا دعویٰ تو آج تک کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی عقل کی دنیا میں ایسا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ بعض دفعہ الفاظ مرکب اضافی ہوتے ہیں مگر ان کا ترجمہ مرکب توصیفی والا ہوتا ہے۔ اگر مفتی صاحب کو کسی اور پر اعتبار نہیں تو کم از کم اپنے اعلیٰ حضرت پر اعتماد رکھیں اور ان کا ترجمہ دیکھ لیں چنانچہ وہ بھی کئی مقامات میں مرکب اضافی کا ترجمہ مرکب توصیفی والا کرتے ہیں۔ مثلاً وہ سورۃ البینہ میں ذَالِکَ دِینُ الْقَیْمَةِ کا معنی کرتے ہیں یہ سیدھا دین ہے۔ (ترجمہ اعلیٰ حضرت صفحہ ۹۵۶)

سیدھا دین مرکب توصیفی ہے جب کہ دین القیمہ مضاف مضاف الیہ ہیں۔ اسی طرح وہ سُوءُ الدَّارِ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ برا گھر۔ (ترجمہ صفحہ ۷۵۳) برا گھر مرکب توصیفی ہے جب کہ سوء الدار مرکب اضافی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں الْحَیْوَةُ الدُّنْیَا مرکب توصیفی ہے مگر آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ دنیا کی زندگی کیا ہے۔ (ترجمہ صفحہ ۳۱۰) اور دنیا کی زندگی مرکب اضافی کا ترجمہ ہے۔ اور السَّمَاءُ الدُّنْیَا

مرکب تو صیفی ہے مگر مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ نیچے کے آسمان کیا ہے جو کہ مرکب اضافی ہے۔ (ملاحظہ ہو ترجمہ صفحہ ۷۶۰ اور ۸۹۷) اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ان کے ترجمہ میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف چند مثالوں پر اکتفاء کیا ہے تاکہ بحث طویل نہ ہو جائے اور اسی قدر بحث سے معمولی علم رکھنے والے پر بھی واضح ہو جائیگا کہ مفتی صاحب کا یہ قاعدہ بالکل من گھڑت ہے ورنہ ان کے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے غلط اور پر جہالت ہونے کا اقرار پہلے کرنا ہوگا اس لئے کہ وہ ترجمہ راہ سنت کی تحریر سے پہلے لکھا گیا ہے۔

دوسرا جواب :- مفتی صاحب موصوف نے اگر واقعی افتاء کا کورس کیا ہے تو انھوں نے یہ ضرور پڑھا ہوگا کہ کسی کی کلام میں جہاں تک ہو سکے اس کو درست بنانے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ مخواہ کلام کا غلط مفہوم متعین نہیں کرنا چاہیے اور یہاں تو اگر مفتی صاحب کے من گھڑت قاعدہ کو بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو تب بھی کلام درست ہے اس لئے کہ راہ سنت کو مرکب تو صیفی بنایا جاسکتا ہے اس وجہ سے کہ سنت کا معنی **الْبَطْرِيقُ الْمَسْلُوكُ** بھی کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ ابن رجبؒ حنبلی فرماتے ہیں **والسنة هي الطريق المسلوک** (جامع العلوم والحکم جلد ۱ صفحہ ۱۹۱) یعنی سنت الطريق المسلوک کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے راہ موصوف اور سنت اس کی صفت ہوگی اور معنی یوں ہوگا ایسی راہ جو مسلوک راہ ہے یعنی جس پر چلا جاتا ہے۔ اور پھر مزید مفتی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ فارسی زبان میں جس طرح مضاف مضاف الیہ کے درمیان زیر آتی ہے اسی طرح موصوف صفت کے درمیان بھی

آتی ہے جیسے آبِ خشک ٹھنڈا پانی۔ کلاہِ خوب خوب بصورت ٹوپی وغیرہ۔ جب مفتی صاحب کے من گھڑت قاعدہ کو بھی بالفرض تسلیم کر لینے سے راہِ سنت کے درست ہونے میں کوئی اشکال نہیں تو مفتی صاحب کے اعتراض کو جہالت کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

راہِ سنت نام پر تیسرا اعتراض:-

مفتی صاحب لکھتے ہیں مزید سنئے راہِ سنت کی ترکیب موادِ کتاب کے پُر خطر اور مولف کے اپنے اثبات مدعا میں سخت ناکام ہونے کی جانب واضح اشارہ کرتی ہے کیونکہ یہ مرکب اضافی ہے۔ (کما مر) جب کہ باعتبار اصل اضافت مغایرت کے لئے ہوتی ہے۔ پھر آگے مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اسمیں راہ اور چیز ہے اور سنت شیعہ آخر ہے۔ پھر آگے مزید لکھتے ہیں پھر ان صورتوں میں ضروری نہیں کہ کوئی راہ چلنے یا کسی روڈ کے اختیار کرنے والا منزل مقصود کو پہنچ جائے بلکہ راستہ میں ہی رہ جانا یا اس سے ادھر ادھر بھٹک جانا بھی عین ممکن ہے بلکہ بعض اوقات واقع بھی ہو جاتا ہے۔ (مصباح جلد ۱-۳۹-۴۰-ملکھا)

الجواب :- مفتی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اضافت ہر حال میں مغایرت حقیقی کو نہیں چاہتی بلکہ بعض دفعہ مغایرت صرف اعتباری ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ کا آپس میں تعلق جزء اور کل والا بھی ہوتا ہے۔ جیسے راسِ زید کا سر۔ عظم الساق پنڈلی کی ہڈی۔ یہ مضاف مضاف ہیں مگر ان کا باہمی تعلق کل اور جزء والا ہے۔ اس لحاظ سے سنت تو بہت وسیع راستہ ہے اور اس کتاب میں جو بیان کیا گیا

ہے وہ اسی وسیع راستہ کا کچھ حصہ ہے۔ پھر یہاں راہ کو الگ اور سنت کو الگ ماننے سے بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کتاب میں رسومات باطلہ کی دیواروں کو گرا کر اور بدعات کی غلاظتوں کو دور کر کے قرآن کریم، احادیث، اقوال صحابہ اور فقہاء محدثین کی تشریحات کی روشنی میں سنت تک پہنچنے کی راہ ہموار کی گئی ہے۔

اور پھر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ضروری نہیں کہ آدمی منزل تک پہنچ سکے تو ایسا معاملہ اس شخص کے لئے پیش آتا ہے جو بتائی ہوئی راہ کو چھوڑ دے جیسا کہ اہل بدعت نے کیا اور جو بتائی ہوئی راہ کے مطابق چلتا جائے تو وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ بفضلہ تعالیٰ ہزاروں کی تعداد میں راہ سنت کا مطالعہ کرنے والے حضرات بدعات و رسومات باطلہ سے تائب ہو کر سنت پر عمل پیرا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ پھر جو اعتراضات مفتی صاحب نے راہ سنت نام رکھنے پر کئے ہیں وہی اعتراضات تو خود ان کی مصباح سنت نام رکھنے پر بھی ہوتے ہیں اور کوئی ان سے کہہ سکتا ہے کہ مصباح کا معنی چراغ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چراغ اور ہے اور سنت اور ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چراغ میں تیل ہی نہ ہو یا اس میں فتیلہ نہ ہو یا اس کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہو تو ایسے چراغ کا کیا فائدہ؟ ایسا چراغ تو بسا اوقات نقصان کا باعث بن جاتا ہے جیسا کہ مفتی صاحب موصوف کی مصباح میں یہ سب چیزیں موجود ہیں۔

نام کے حوالہ سے بحث: مفتی صاحب موصوف لکھنؤوی صاحب کے نام کے حوالے سے ان کا محاسبہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ ٹائٹل بیچ پر ان کا نام یوں مرقوم ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نرفراز خان صاحب صفدر نیز صفحہ ۱ پر اس طرح

ہے احقر الناس ابو الزاہد محمد سرفراز۔ اسی طرح ص ۱۰ پر بھی ہے البتہ اس میں احقر الناس کی بجائے صرف احقر کے لفظ ہیں۔ نیز ص ۱ پر ہے ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر (فاضل دیوبند) خطیب جامع گلکھڑ شیخ الحدیث و صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔ جب کہ کتاب کے اختتام پر اس طرح لکھا ہے احقر العباد ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع گلکھڑ و مدرس و مدرسہ نصرۃ العلوم جامع مسجد نور۔۔۔۔۔ الحنفی مذهباً الحسینی مشرباً۔ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ جولائی ۱۹۵۷ء یوم الخمیس بوقت عصر ملا حظہ ہو۔ (راہ سنت ص ۳۱۱) نیز اسکے ص ۱ پر ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق جنوری ۱۹۷۴ء کے لفظ لکھے ہیں (مصباح سنت ص ۴۰-۴۱-جلد ۱) قارئین کرام مفتی صاحب موصوف نے راہ سنت سے ان اقتباسات کو ذکر کرنے کے بعد ان پر اپنی عقل نارسا سے جو اعتراضات کئے ہیں ان کو ملا حظہ فرمائیں اور مفتی صاحب موصوف کی لیاقت و دیانت کی داد دیں۔

پہلا اعتراض :- مفتی صاحب موصوف نے پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ نام کے ساتھ مولانا لکھا ہے اور قرآن کریم میں مولانا کا لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے وارد ہوا ہے جب کہ ان کے عقیدہ کے مطابق جو لفظ قرآن و حدیث میں اللہ کے لئے وارد ہوا ہوا ہے مخلوق کو بولنا بھی شرک (اور کم از کم ایہام شرک ضرور ہے) جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حاضر و ناظر نیز مختار کل وغیرہ کے الفاظ کو اس لئے شرک کہتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ لفظ اللہ کے لئے ہیں (مصباح جلد ۱ ص ۴۱)

الجواب :- مفتی صاحب موصوف یا تو ہمارا عقیدہ سمجھے ہی نہیں ہیں یا پھر

انہوں نے عوام الناس کو مغالطہ دینے کی خاطر جان بوجھ کر ہمارے عقیدہ کو غلط انداز میں پیش کر کے ہماری جانب غلط نسبت کی ہے۔

قارئین کرام ہمارا اور ہمارے اکابر کا عقیدہ جو کتابوں میں مذکور ہے اور جس پر

ہم قائم ہیں وہ یہ ہے کہ جو الفاظ و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے لئے مختص ہیں ان کا

اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر کرنا ناجائز ہے۔ ایسے الفاظ و صفات کا اللہ تعالیٰ کی

ذات کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال کرنا شرک یا کم از کم لہام شرک ہے اس لئے

اس سے بچنا ضروری ہے جیسے عالم الغیب و الشہادۃ اور مختار کل ہونا ذات

خداوندی کے ساتھ مختص ہیں ان کا اطلاق مخلوق میں سے کسی پر کرنا یقیناً شرک ہے

جب کہ جس پر اطلاق کیا گیا ہے اس کے بارہ میں عالم الغیب و الشہادۃ یا

مختار کل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اور اگر ایسا عقیدہ نہیں رکھتا تو تب بھی ایہام شرک کی

وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے اور ایسے الفاظ و صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے

ساتھ مختص نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں اور مخلوق کے لئے بھی

استعمال ہوتے ہیں تو ان الفاظ میں اشتراک اسکی ہے مگر حیثیت کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ

کی ذات پر ایسے الفاظ کا استعمال اس کی شان کی مطابق اور مخلوق پر اس کی حیثیت کے

مطابق ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے اور مخلوق بھی موجود ہے اور موجود کا لفظ

دونوں پر استعمال ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اس کی شان کے مطابق اور مخلوق کا

موجود ہونا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی

صفات میں سے السَّمِيعُ الْبَصِيرُ بھی ہیں اور قرآن کریم میں یہی صفات انسان کی بھی بیان کی گئی ہیں اور ارشاد ہے ”فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا“۔ (پارہ نمبر ۲۹۔ سورۃ الذہر آیت نمبر ۲) کہ ہم نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں رؤف اور رحیم بھی ہیں اور قرآن کریم میں یہی صفات حضور علیہ السلام کی بھی بیان کی گئی ہے۔ ”بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ“۔ (سورۃ التوبہ آخری سے پہلی آیت)

کہ حضور علیہ السلام مومنوں کے حق میں رؤف اور رحیم ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا سمیع، بصیر، رؤف اور رحیم ہونا اس کی شان کے مطابق ہے اور انسان کا سمیع اور بصیر ہونا اور حضور علیہ السلام کا رؤف اور رحیم ہونا ان کی شان و حیثیت کے مطابق ہے۔ جو الفاظ اشتراک الہی کے ساتھ پائے جاتے ہیں ان میں حیثیت کا فرق ہوتا ہے ان الفاظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق کے لئے کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے بلکہ اس وقت

فروع ہے جب کہ اسی حیثیت سے استعمال کیا جائے جو حیثیت اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کی ہے۔ اس لئے ہم مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض کرتے ہیں کہ عالم الغیب والشہادۃ ہونا اور مختار کل ہونا ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہیں اس لئے ان کا استعمال مخلوق میں سے کسی کے لئے کرنا یقیناً شرک یا کم از کم ایہام شرک ضرور ہے اور لفظ مولانا میں بھی اشتراک الہی ہے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ درود شریف کے منقول الفاظ میں سے بعض میں الفاظ یوں ہیں۔ ”اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد۔ اور اس لفظ مولانا کا اطلاق حضور علیہ السلام نے اپنے ایک

صحابی حضرت زید بن حارثہؓ پر یوں فرمایا ”اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا“ (بخاری جلد ۲۔ صفحہ ۶۱۰ و مسند احمد ۱۰۸۔ جلد ۱) اور مولانا کا لفظ علماء کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر ہر ایک پر اس کی شان اور حیثیت کے مطابق اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اس سے غیر مقلدین کا یہ مغالطہ بھی رفع ہو جاتا ہے کہ امام اعظمؒ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس لئے کہ آپ امام الانبیاء ہیں مگر حنفی امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کہتے ہیں۔ حنفی امام ابوحنیفہؒ کو جو امام اعظم کہتے ہیں تو ان کی حیثیت کے مطابق کہتے ہیں کہ جن ائمہ کرام کی اقتداء کی جاتی ہے ان میں امام ابوحنیفہؒ امام اعظم ہیں۔ ﴿

قاعدہ کے مطابق تو کسی عالم پر مولانا کا اطلاق کرنے میں کوئی اشکال و اعتراض نہیں ہو سکتا البتہ اگر کوئی بد بخت ان الفاظ کو مخلوق میں سے کسی پر اسی حیثیت میں استعمال کرتا ہے جس حیثیت میں اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اہل بدعت حضور علیہ السلام کو عالم ماکان و مایکون جانتے ہوئے ان پر عالم الغیب و الشہادۃ کا اطلاق اور ہر چیز کا اختیار اور ہر چیز پر تصوف کا نظریہ رکھتے ہوئے مختار کل کا اطلاق کرتے ہیں اور روافض مافوق الاسباب مدد کرنے اور مدد کو پہنچنے کا نظریہ رکھ کر مولیٰ علی مشکل کشا جو کہتے ہیں تو یہ یقیناً شرک ہے۔ اسی لئے ائمہ کرام نے لکھا ہے کہ گر فراق مراتب نہ کنی زند یقی۔

دوسرا اعتراض :- مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ گنگوڑی صاحب نے الحسینی مشرب با بھی لکھا ہے جیسا کہ ان کی منقولہ بالا عبارتوں میں مذکور ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سلسلہ بیعت بھی رکھتے ہیں اور وہ غالباً خود مولوی حسین علی
 واں پھروئی سے یا ان کی لڑی میں بیعت ہیں جس کی رو سے اپنے حسب نظریہ و کما
 اہل بہ لغیر اللہ کی زد میں آ کر وہی کچھ قرار پائے جو وہ حضور سیدنا غوث اعظم اور
 خواجہ اجمیری اور دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین کی پاک نسبتوں کے بارہ میں کہا کر
 تے ہیں (مصباح سنت جلد ۱۔ ص ۴۲)

الجواب :- مفتی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حضرت والد صاحب
 دام مجد ہم نہ صرف حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں بلکہ
 بفضلہ تعالیٰ ان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں اور اسی سلسلہ میں بیعت فرماتے بھی ہیں اور اس
 سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے کئی علماء کرام کو خلافت سے بھی نواز ہے جن میں راقم
 الحروف اور برادر مکرم علامہ زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کو بھی بفضلہ تعالیٰ یہ شرف
 حاصل ہے۔

قارئین کرام :- یہاں بھی مفتی صاحب موصوف اپنے بزرگوں کے طریق
 کار پر عمل کرتے ہوئے بہتان تراشی سے کام لے رہے ہیں ورنہ وہ حضرت والد
 صاحب دام مجد ہم یا ہمارے دیگر اکابر میں سے کسی کی بھی تحریر سے ثابت نہیں کر سکتے
 کہ کسی نے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ اجمیری، یا دیگر اولیاء کرام کی نسبتوں میں
 سے کسی نسبت کو مورد طعن یا تنقید کا نشانہ بنایا ہو۔ ہاں ان اولیاء کرام کے مبارک
 ناموں کی جانب نسبت کر کے بدعات و رسومات باطلہ کی صورت میں اپنے پیٹ کا
 دھندہ چلانے والوں کا مسئلہ الگ ہے۔ اور ایسے لوگ یقیناً مورد طعن ہیں اور ایسے ہی

لوگوں کے مکروہ چہروں سے نقاب الٹ کر ان کا اصلی چہرہ لوگوں کو دکھانے کا فریضہ حضرت والد صاحب دام مجد ہم اور دیگر اکابر نے ضرور سرانجام دیا ہے۔

پھر مفتی صاحب موصوف پر حیرانگی ہے کہ وہ الحسینی نسبت کو کیسے مَا أَهْلَ بِهِ لُغِيْرُ اللّٰہ کی زد میں شمار کرتے ہیں محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ بے چارے مَا أَهْلَ بِهِ لُغِيْرُ اللّٰہ کے مفہوم سے ہی غافل ہیں۔ ورنہ خاندانی یا اعتقادی بزرگوں میں سے کسی کی جانب نسبت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے۔ ”بَابُ مَنْ اُنْتَسَبَ اِلٰی اَبَائِهِ فِي الْاِسْلَامِ وَالْجَاهِلِيَّةِ“۔ اور اس کے تحت حضرت برائہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ“۔ (بخاری جلد ۱۔ صفحہ ۵۰۰) اس میں امام بخاریؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اپنے آباء کی طرف نسبت کرنا جائز ہے پھر حنفی، شافعی وغیرہ مسالک کی جانب نسبتیں اور قادری، سہروردی وغیرہ نسبتیں تو غالی غیر مقلدین کے علاوہ کسی کے نزدیک بھی ممنوع نہیں ہیں خود علماء دیوبند تصوف کے چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے اور کراتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لئے مفتی صاحب کا یہ اعتراض علماء دیوبند کے نظریہ سے نادقش ہے یا ان کا تجاہل عارفانہ ہے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عبارات سے دھوکہ :-

مفتی صاحب نے اس سلسلہ میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کی دو ادھوری عبارات پیش کر کے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ دہلوی صاحب مذکور نے اس بارے میں لکھا۔۔۔۔۔ ہر فرقے کی جدی جدی (اصل میں جدا جدا ہے مگر مفتی

صاحب نے اس کو جدی جدی بنادیا ہے۔ قارئین (نئی نئی بدعتیں علیحدہ علیحدہ وضع کی ہوئی ہیں) (الی) مثلاً (الی) کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا کسی نے نقشبندی کسی نے مسہروردی کسی نے رفاعی ٹھہرا لیا۔ ملخصاً بلفظ ملا حظہ ہو (تذکیر الاخوان مشمولہ تقویۃ الایمان ص ۶۵ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی) اور دوسری عبارت پیش کی ہے کہ نیز اس سے کچھ پہلے ص ۶۲ پر دوزخی فرقوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔۔۔ پھر ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی، کوئی چشتی ہے۔ (مصباح سنت جلد ۱۔ صفحہ ۴۲)

قارئین کرام :- مفتی صاحب موصوف نے حضرت شاہ شہید کی ان عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کرنے اور ان عبارات پر اعتراض کرنے میں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہوا چسکہ پورا کیا ہے ورنہ ان عبارات سے جو مفہوم مفتی صاحب لے کر اعتراض کر رہے ہیں وہ مفہوم ہرگز نہیں بنتا اس لئے ہم حضرت شاہ شہید کی دونوں عبارتیں تفصیل سے ذکر کرتے ہیں جن میں انھوں نے تصوف کے سلسلوں قادری نقشبندی وغیرہ پر نہیں بلکہ ان نسبتوں سے اپنی وابستگی جتا کر اپنی بدعات چمکانے والوں پر طعن کیا ہے۔ حضرت شاہ شہید قرآن کریم کی آیت کریمہ ”وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا“ سے شروع کر کے مکمل دو آیات کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فائدہ :- یعنی اگلی امتوں کو صاف حکم بھیج چکے تھے پھر وہ آپس میں اختلاف کر کے بہت فرقے ہو گئے چنانچہ یہود اور انصاری بہتر بہتر (72) فرقے ہو گئے کہ ان کو عذاب ہوتا ہے پس تم ان کی طرح مت ہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ تم کو قرآن

حدیث میں صاف صاف حکم آچکے ہیں تم اپنے دین میں نئی نئی رسم اور نئے نئے عقیدے اور طریقے نہ نکالو اور پھوٹ نہ ڈالو کہ کوئی معتزلی ہوئے کوئی خارجی بنے اور کوئی رافضی اور کوئی ناصبی اور کوئی جبری اور کوئی قدری اور کوئی مرجی کہلائے اور کوئی سر پر بال رکھ کر اور چار ابرو کا صفایا دے کر فقیری جتادے پھر ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی بنے۔ حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور سنت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو (تذکیر الاخوان ص ۹۶)۔ طبع اسلامی کتب خانہ لاہور) پھر اسی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ شہیدؒ نے ہر فرقہ کی تفصیل بتائی اور اسی ضمن میں لکھا اور ایک فرقہ نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اختیار کر کے شغل برزخ اور نماز معکوس اور ختم اور توشے اور طرح طرح کے نئے نئے ورد اور وظیفہ اور فال نامے اور گنڈے تعویذ اور اتارے اور حضراتیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور باجراگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلائے پھر کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے رفاعی ٹھہرا لیا اور کوئی سر پر بڑے بڑے بال رکھ کر یا چار ابرو کا صفایا دے کر اور بڑی بڑی ٹوپیاں اور تاج دھر کر اور سیلیاں گلے میں ڈال کر مدار یہ یا جلالیہ مشہور ہوا (تذکیر الاخوان ص ۹۸)

قارئین کرام : یہ ہیں وہ عبارات جن سے ادھوری عباراتیں نقل کر کے مفتی صاحب نے اعتراض کیا ہے حالانکہ ان عبارات سے صاف واضح ہے کہ حضرت شاہ شہیدؒ نے چشتی قادری وغیرہ نسبتوں پر نہیں بلکہ بدعتی طبقہ میں سے خود کو ان نسبتوں سے

و ابستگی ظاہر کرنے والوں پر طعن کیا اور ان کی تردید کی ہے۔ تصوف کی ان نسبتوں پر وہ کیسے طعن کر سکتے ہیں جب کہ وہ خود حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کی ہاتھ پر بیعت بھی تھے اور تصوف پر ان کی مستقل کتاب حقیقت تصوف کے نام سے مشہور ہے جس میں انھوں نے تصوف کے صحیح اصول بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض جلیل القدر صوفیاء کرام کی تعریف بھی کی ہے۔ اور ان کے انداز کو سراہا بھی ہے۔

نام کے حوالہ سے تیسرا اعتراض :-

مفتی صاحب لکھتے ہیں اور گلکھڑوی صاحب کے منقولہ بالا القاب و آداب مع نام وغیرہا ان کے ضابطہ کے مطابق بدعت نہیں تو وہ قرآن و حدیث کے صحیح معیار کی ثبوت سے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صریح اجازت کب اور کہاں عطاء فرمائی ہے اور کہاں فرمایا ہے کہ ابوالزاہد کنیت رکھو، سرفراز نام تجویز کرو، خان کہلو او، صفدر کا تخلص اختیار کرو نیز شیخ الحدیث اور حضرت کالیل بھی لگاؤ مدرس یا صدر مدرس کے عہدوں کے حوالے دو جامع مسجد کے خطیب کے عنوان سے خود کو معنون کرو اپنی مسجد کا نام نور اور مدرسہ کا نام نصرۃ العلوم منتخب کرو؟ (مصابح جلد اول ص ۴۳)

الجواب :- مفتی صاحب موصوف کی معلومات کیلئے غرض ہے کہ بدعت کی

تعریف جو راہ سنت میں کی گئی ہے اسی کو ملحوظ رکھ کر اعتراض کریں۔ خود ساختہ مفہوم ہمارے ذمہ لگا کر اعتراض کرنا عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ دین میں نئی ایجاد بدعت ہے اور جس چیز کا داعیہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اس داعیہ کے باوجود آپ صلی

اللہ کا کسی کام کو ترک کرنے کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کا ترک کرنا سنت اور اس کی خلاف ورزی بدعت ہے۔ مثلاً اذان حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ہوتی تھی مگر اذان سے پہلے یا بعد میں مروجہ موجودہ زمانہ کے طریق کے مطابق درود شریف نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی طرح اموات حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ہوتی تھیں مگر مروجہ تیجہ ساتواں وغیرہ کی صورت میں طریق نہ تھا۔ جنازے حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی ہوتے تھے مگر جنازہ کے متحمل بعد دعاء نہیں ہوتی تو ان چیزوں کو بعد میں ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔ اور جن باتوں پر مفتی صاحب نے اعتراض کیا ہے ان میں سے کوئی بھی بدعت کے زمرہ میں شمار نہیں ہوتی اس لئے کہ نام، کنیت اور تخلص اور تحدیث نعت کے طور پر علمی فضل کے اظہار کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ ہی ان کو دین کا حصہ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ نام تو اشخاص یا مقامات کی تعیین اور پہچان کے لئے ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اچھے نام رکھنے کی اور برے ناموں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اچھا نام رکھنا شریعت میں جائز ہے تو مفتی صاحب کو محمد سر فراز نام میں کیا قیاحت نظر آئی ہے کیا یہ نام غلط ہے یا اس کا مفہوم غلط ہے جب نام عقلاً و شرعاً درست ہے تو مفتی صاحب کا اعتراض بے عقلی کا ثبوت ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے خود اپنے صاحبزادے کی جانب نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی اور کئی صحابہؓ کی کنیتیں ان کے بیٹوں کی جانب نسبت کرتے ہوئے کتب احادیث میں موجود ہیں تو اگر والد صاحب دام مجدہم نے اپنے بڑے بیٹے کی جانب نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت ابوالزاہد رکھی ہے تو مفتی صاحب کو اس میں اعتراض کی کوئی بات محسوس ہوئی ہے۔ مفتی صاحب کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے

کہ راہ سنت سے ان کو خاصہ دھچکا لگا ہے جس کی وجہ سے وہ خود پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے اور ہوائی گھوڑے پر سوار ہو کر وہی تباہی کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

احقر کے لفظ پر مفتی صاحب کا اعتراض:-

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ لکھڑوی صاحب نے خود کو احقر۔ احقر الناس اور احقر العباد کے لفظوں سے بھی یاد کیا ہے جیسا کہ انکی منقولہ بالا عبارات سے ظاہر ہے جس کے معنی ظاہر و باطن کے اعتبار سے تمام انسان بلکہ تمام افراد خلق سے بہت حقیر اور بد صورت کما لا یشفی علی واحد من اهل العلم پس بہتر ہوگا کہ اس کی وضاحت خود لکھڑوی صاحب سے کرائی جائے کہ اگر یہ الفاظ بیان حقیقت مطابق واقعہ حقیقت پر مبنی ہیں تو وہ کیونکر اور اس کی نوعیت کیا ہے؟ اور اگر خلاف واقعہ ہیں تو اس حوالہ سے ان پر جو کذب بیانی کا الزام عائد ہو رہا ہے انکی طرف سے اس کا دفعیہ کیونکر ہوگا؟ (مصباح جلد ۱۔ ص ۴۴)

الجواب:- قارئین کرام مفتی صاحب موصوف کی پست ذہنیت کا اندازہ فرمائیں کہ وہ تعصب میں کس حد تک پہنچ گئے ہیں ورنہ یہ بات کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ علماء اور بزرگان دین کسر نفسی کرتے ہوئے اپنے ناموں کے ساتھ ایسے الفاظ لکھ دیتے ہیں، اہل لغت نے احقر اور احقر العباد کے لفظی معانی کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کسر نفسی کا کلمہ ہے۔ (فرہنگ فارسی ص ۳۴) اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض لوگ انکسار سے اپنی بابت یہ لفظ استعمال کرتے ہیں اور عموماً انکسار کے طور پر متکلم اپنے لئے استعمال کرتا ہے۔ (نیروز اللغات اردو ص ۷۴) اور مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے

عرض ہے کہ جو الفاظ محاورات میں استعمال ہوتے ہیں ان میں بسا اوقات لفظی معنی ملحوظ نہیں ہوتا اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ حقیقت ہے یا خلاف واقعہ ہے اگر خلاف واقعہ تو کذب بیانی کا الزام عائد ہوتا ہے یہ سب آپ کے بیمار ذہن کی عکاسی ہے۔

نیز مفتی صاحب موصوف سے گزارش ہے کہ آپ نے خود بھی لکھا اور آپ کے اعلیٰ حضرت بھی اپنے نام کے ساتھ فقیر کا لفظ لکھتے تھے۔ اور قرآن کریم میں صدقات کے مستحقین میں سے سب سے اول درجہ میں فقراء کو رکھا گیا ہے تو آپ کی زبان میں آپ سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ کیا آپ کے اعلیٰ حضرت خود کو صدقات کا مستحق ظاہر کرنے کے لئے ایسا لکھتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اپنے فقر کو چھپاتے ہیں **تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ** ان کا فقر ان کی پیشانیوں سے ظاہر ہوتا ہے یعنی وہ اپنے فقر کا ڈھونڈ ورا نہیں پیٹتے۔ مگر آپ کے اعلیٰ حضرت نے تو اپنے نام کے ساتھ اس کو مختص کر رکھا تھا۔

تسمیہ و تحمید کے ترک کے بارہ میں پہلا الزام:-

مفتی صاحب موصوف ترک تسمیہ و تحمید کی بدعت کا ارتکاب کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو گلکھڑوی کے مزاج شریف سے جوڑ نہیں کھاتا تھا اس لئے وہ اسے چھوڑ گئے مگر غضب کی بات یہ ہے کہ انھوں نے موحدیت کے بلند بانگ دعویٰ کے باوجود اپنی اس کتاب مستطاب کے آغاز میں نہ تو تسمیہ لکھی ہے اور نہ ہی اس کے شروع میں الفاظ حمد تحریر کئے ہیں۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۴۵)

پہلا جواب :- مفتی صاحب موصوف کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی

ہے ورنہ وہ ایسا اعتراض نہ کرتے اس لئے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک علماء کرام کا طریق یہ رہا ہے کہ اپنی دلیل میں یا موقف کی تائید میں قرآنی آیت یا آیت کا کچھ حصہ پیش کرنے کی صورت میں اس سے پہلے تعوذ اور تسمیہ کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے اور حضرات صحابہ کرامؓ سے اپنی دلیل میں پیش کی جانے والی آیات سے پہلے نہ تعوذ ہے اور نہ ہی تسمیہ ہے بخاری شریف اور مسلم شریف سمیت حدیث کی کتابوں میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں میں فقہاء کرام کا یہی طریقہ رہا ہے۔ بلکہ یہی طریق مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت نے بھی اختیار کیا ہے انھوں نے لکھا اللہ عزوجل فرماتا ہے ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ“ (فتاویٰ افریقہ ص ۱۷) اللہ عزوجل فرماتا ہے ”وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمُ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَأِمَائِكُمْ“ (فتاویٰ افریقہ ص ۳۲) اللہ عزوجل فرماتا ہے ”قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“ (فتاویٰ افریقہ ص ۳۳) اور پھر ایک مقام میں انھوں نے دس آیات ذکر کیں۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۳۴-۳۵) اور اپنے بڑے فتاویٰ میں انھوں نے لکھا آئیہ کریمہ ”وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“۔ نے یہ ارشاد فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲- ص ۲۷۸) اور پھر اس فتاویٰ میں آگے ایک مقام پر لکھتے ہیں رب العزت تبارک و تعالیٰ نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا۔ پھر آگے انھوں نے یکے بعد دیگر سات آیات ذکر کیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲- ص ۳۱۰-۳۱۲) اور ان میں

سے کسی مقام میں بھی مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت نے آیات سے پہلے تعوذ و تسمیہ نہیں لکھی اور اسی طرح کی مثالیں ان کی کتب میں بے شمار پائی جاتی ہیں۔ اور پھر مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ افریقہ کے اندرونی ٹائٹل کی ابتداء میں بحمدہ و تعالیٰ ہے (فتاویٰ افریقہ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی) اور فتاویٰ رضویہ جلد دوم مطبوعہ سنی دار الاشاعت لائل پور کے بیرونی ٹائٹل پر من یر دا لله به خیر ایفقہ فی الدین والی حدیث ہے اور اندرونی ٹائٹل پر ۸۶ کے بعد الحمد لله ہے جب کہ جلد اول کے اندرونی اور بیرونی دونوں ٹائٹل صفحات پر نہ بسم اللہ ہے اور نہ ہی الحمد لله ہے اور نہ ہی کوئی قرآنی آیت ہے اور نہ ہی کوئی حدیث مبارکہ ہے۔ جب یہ طریق مسلسل چلا آرہا ہے اور اس طریق پر آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا تو راہ سنت کے اندرونی ٹائٹل پر اپنے موقف و نظریہ کی تائید میں اور پھر برکت کے لئے دو آیات اور ایک حدیث لکھی گئی ہے تو اس پر مفتی صاحب کا اعتراض زری جہالت ہے بیرونی ٹائٹل ناشرین چھاپتے ہیں عموماً مصنف کا اس میں دخل نہیں ہوتا اس میں ناشرین بسم اللہ اور الحمد لله وغیرہ نہیں لکھتے جیسا کہ خود مفتی صاحب موصوف کی اسی مصباح سنت کے جلد والے ٹائٹل پر نہ بسم اللہ ہے اور نہ ہی الحمد لله یا کوئی آیت یا حدیث ہے۔ اس کے باوجود مفتی صاحب کے اعتراض کی حقیقت یقیناً قارئین کرام کے سامنے واضح ہو گئی ہوگی۔

سوال جواب :- مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ

ہر مولف اپنے مجموعہ کیلئے جو مواد اکٹھا کرتا ہے وہ اس کتاب کا حصہ ہوتا ہے اس لحاظ

سے کتاب پر تصدیقات بھی کتاب کا حصہ ہیں۔ اور حضرت والد صاحب دام مجدہم نے تصدیقات آنے کے بعد ان کو فہرست سے بھی مقدم رکھا ہے اور ان تصدیقات میں سے پہلی تصدیق حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کی ابتداء میں بسم اللہ اور الحمد للہ کے ساتھ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ کے الفاظ سے انبیاء کرام پر سلام بھی ہے۔ اس لئے مفتی صاحب موصوف کا آغاز بسم اللہ اور الحمد للہ کے بغیر کرنے کا الزام بالکل غلط ہے جس کو راہ سنت کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور تصدیقات آنے سے پہلے کتاب کا آغاز دیباچہ سے کیا گیا تھا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے پھر اس کے بعد عرض حال کا عنوان ہے جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے خدا تعالیٰ کا وہ پسندیدہ اور پیارا دین جو سب ادیان و مذاہب کا ناسخ اور قیامت تک عوام عالم کے لئے راہنما ہے جس کو امام الانبیاء خاتم النبیین اور سید الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بدن مبارک کا خون بہا کر اور طرح طرح کی اذیتیں اور صعوبتیں برداشت کر کے خدا تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچایا تھا۔ (راہ سنت ص ۵) اگر مفتی صاحب موصوف اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو ان کو راہ سنت کا آغاز اللہ تعالیٰ کے مبارک نام اور اس کے بعد اگلی سطر میں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور علیہ السلام پر درود و سلام کے ساتھ نظر آئے گا۔ پھر مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرنا صرف عربی زبان میں تسمیہ کے الفاظ کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے بلکہ جس

زبان میں بھی ہو مقصد حاصل ہو جاتا ہے ورنہ تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی تسمیہ کے ترک کی لپیٹ میں آجائیں گے اس لئے کہ انھوں نے ترجمہ قرآن کریم کا آغاز عربی میں بسم اللہ کے الفاظ سے نہیں کیا بلکہ اس کے اردو ترجمہ کے ساتھ کیا ہے۔ اگر آپ کے اعلیٰ حضرت بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اردو ترجمہ کے ساتھ آغاز کریں تو اعتراض نہیں تو حضرت والد صاحب دام مجدہم نے اردو زبان میں لکھی گئی راہ سنت کا آغاز اردو زبان میں خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ کیا ہے۔ تو مفتی صاحب کو اعتراض کی کیا سوچھی؟ پھر ہو سکتا ہے کہ مفتی صاحب یا ان کا کوئی وکیل یوں کہہ دے کہ ابتداء میں فہرست ہے اور پھر دیباچہ یا عرض حال کا عنوان ہے ان سے پہلے خدا تعالیٰ کا نام نہیں تو عرض ہے کہ اعتبار مقصد کا ہوتا ہے کہ مقصد کا آغاز اللہ تعالیٰ کے نام سے کیا جائے بحمد اللہ راہ سنت کی مقصودی ابحاث کا آغاز اللہ تعالیٰ کے مبارک کا نام سے ہے ورنہ تو مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کریم پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ سے پہلے سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ، وغیرہا لکھا گیا ہے۔ انھوں نے ان عنوانات سے پہلے بسم اللہ کیوں نہیں لکھی؟ فما ہو جوابکم فہو جوابنا

مفتی صاحب کا غیر مفتیانہ انداز: مفتی صاحب کی اوپر جو عبارت ذکر کی گئی ہے اس میں مفتی صاحب نے تسمیہ و تحمید کے ترک کو بدعت سے تعبیر کیا ہے حالانکہ مفتی صاحب کے صدر الافاضل مراد آبادی صاحب نے اپنے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کریم پر جو تفسیری حاشیہ لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں ہر مباح کا بسم اللہ سے

شروع کرنا مستحب ہے (ترجمہ قرآن کریم ص ۲) اب مفتی صاحب اپنے اس استاد کا نام تو ہمیں بتادیں جس نے ان کو پڑھایا ہے کہ مستحب کا ترک بدعت ہوتا ہے یا فتاویٰ جات میں سے کسی فقیہ کا قول ہی ایسا دکھادیں کہ مستحب کا ترک بدعت ہوتا ہے ورنہ کم از کم اپنے اس غیر مفتیانہ انداز پر غور ضرور کریں۔ پھر مفتی صاحب نے علامہ سیوطیؒ سے جو روایات نقل کی ہیں کہ اگر مہتمم بالشان کام کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے نہ کی جائے تو وہ بے برکت ہوتا ہے مفتی صاحب نے علامہ سیوطیؒ کے حوالہ سے یہ روایات تو نقل کر دی ہیں مگر افسوس کہ خود علامہ سیوطیؒ نے جلد ۲ ص ۱۶۴) میں ض کی علامت سے ان کے ضعیف ہونے کا جو اشارہ کیا ہے یا تو اس کو مفتی صاحب سمجھ ہی نہیں سکے یا عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے جان بوجھ کر انھوں نے اس کو ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں کوئی یہ نہ پوچھ لے کہ مفتی صاحب تم نے واقعی اگر افتاء کا کورس کیا ہوا ہے تو کیا آپ کوئی اصول ایسا بتا سکتے ہیں جس سے واضح ہو کہ ضعیف احادیث کے ترک پر بدعت کا فتویٰ جاری کیا جاسکتا ہے۔ ”هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔“

خدا کی شان :۔ قارئین کرام مثل مشہور ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ اس نے کسی طرح مفتی صاحب موصوف کی قلم سے راہ سنت کو کتاب مستطاب لکھوادیا جس کا معنی ہے بہترین اور مبارک کتاب۔ سچ ہے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے گی جس کی حفاظت خدا کرے

دوسرا الزام :۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ باب اول کے آغاز میں بھی صلوة

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لایا گیا۔ (مصباح جلد ۲ - صفحہ ۴۶)

الجواب :- اگر مفتی صاحب تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو ان کو سر کی آنکھوں

سے یہ الفاظ نظر آئیں گے وَسَلَّمَ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدٰی هَدٰی مُحَمَّدٍ

صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَجَمِیْعِ اُمَّتِهٖ

وَسَلَّمَ۔ ان الفاظ میں صرف حضور علیہ السلام پر ہی درود و سلام نہیں بلکہ آپ کے

صحابہ، آل، ازواج اور ساری امت کو بھی درود و سلام میں شامل کیا گیا ہے مفتی صاحب

اعتراض کرنے سے پہلے اگر اپنے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ افریقہ میں ہی دیکھ لیتے تو ان

کو معلوم ہو جاتا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے ساتھ درود کا حکم پورا ہو جاتا ہے

چنانچہ مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا اَسْلِمًا کے حکم کی

بجا آوری سے متعلق لکھتے ہیں کہ تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ

علیہ وسلم لکھنے میں تھی۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۶۱) جب ان الفاظ سے درود شریف کا حکم ادا

ہو جاتا ہے تو مفتی صاحب کا اعتراض ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تیسرا الزام :- مفتی صاحب لکھتے ہیں ثالثاً پھر وہ اس کے ہر باب کے شروع

میں تسمیہ و حمد کیوں نہیں لائے آخر اس سے مانع شرعی کیا تھا؟

الجواب :- مفتی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ احناف کے نزدیک

تو بسم اللہ ہر سورت کی بھی جز نہیں ہے حالانکہ قرآن کریم بکتاب اللہ ہونے کی وجہ سے

سب سے اہم ہے اور اس کی ہر سورت قرآن کریم کا مستقل حصہ ہے۔ جب قرآن کریم کا مستقل حصہ ہونے کے باوجود بسم اللہ ہر سورت کی جزء نہیں تو خود کو حنفی کہلوانے والے کو یہ کس طرح زیب دیتا ہے کہ اعتراض کرے کہ کتاب کے ہر باب کی ابتداء بسم اللہ سے کیوں نہیں کی گئی۔ پھر ہر باب کی ابتداء میں تو بسم اللہ امام بخاریؒ سمیت محدثین کرام میں سے کسی نے بھی نہیں لکھی۔ اس لئے یہ اعتراض بالکل احمقانہ حرکت ہے۔

مفتی صاحب کی مغالطہ دہی :- مفتی صاحب موصوف عوام الناس کو دھوکا دینے کی خاطر اور اپنے بزرگوں کا طریق کار باقی رکھتے ہوئے سیاق و سباق سے کاٹ کر ایک عبارت پیش کرتے ہیں اور کامل و اکمل بدعتی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ گکھڑوی صاحب موصوف نے بدعتی ہونے کی صورت بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو کام کرنا سنت ہے اسی طرح کسی کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے لہذا آپ کے ترک فعل کی اتباع بھی سنت ہے اور اس کی مخالفت بدعت ہے ملاحظہ ہو۔ (راہ سنت ص ۹۲) پھر آگے مفتی صاحب اس کا نتیجہ یوں ظاہر کرتے ہیں جس سے ظاہر معلوم ہوا کہ گکھڑوی صاحب موصوف بقلم خود چھوٹے موٹے بدعتی نہیں بلکہ ماشاء اللہ انہیں کمال کا یہ شرف حاصل ہے اور وہ انتہائی درجہ کے ہائی قسم کے کامل و اکمل بدعتی ہیں کیونکہ انہوں نے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا نام از خود المنہاج الواضح تجویز کر کے نیز تسمیہ و تحمید کی سنت کو چھوڑ کر فعلاً و ترکاً دونوں طرح سے بدعت کو اپنایا (مصباح جلد ۱۔ ص ۵۰)

مفتی صاحب موصوف اس عبارت سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جو کام بھی حضور علیہ السلام نے نہیں کیا لگھڑوی صاحب نے اس کے کرنے کو بدعت کہا ہے اس لئے حضور علیہ السلام کے بعد جتنے کام بھی ہو رہے ہیں وہ لگھڑوی صاحب کے اصول کے مطابق بدعت ہونے چاہیں حالانکہ نہ حضرت لگھڑوی صاحب دام مجد ہم نے ایسا فرمایا ہے اور نہ ہی یہ ان کا نظریہ ہے مفتی صاحب نے (تو خدا خونی کو خیر باد کہہ دیا ہوا ہے اس لئے ان سے صحیح بات کی توقع کرنا عبث ہے لہذا) ہم خود حضرت لگھڑوی صاحب دام مجد ہم کا نظریہ جو انھوں نے بیان فرمایا ہے اس کو واضح کرتے ہیں اور قارئین کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ خود اندازہ فرمادیں کہ مفتی صاحب موصوف نے کس طرح حضرت کے نظریہ کو توڑ مڑ کر پیش کیا ہے حضرت فرماتے ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ جس چیز پر (باوجود اس کے کہ اس وقت اس کا سبب اور محرک موجود تھا) آپ کی طرف سے ثبوت موجود نہ ہو تو وہ یقیناً بدعت ہوگی اگرچہ اس پر صریح نبی موجود نہ ہو (راہ سنت ص ۹۱) حضرت نے واضح فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جس کام کا سبب اور محرک پایا جاتا ہو اور اس کے باوجود آپ نے وہ کام نہیں کیا تو اس کا کرنا بدعت ہوگا مثلاً اذان تھی مگر اس کے آگے پیچھے مروجہ صلوٰۃ و سلام نہ تھا۔ جنازہ ہوتا تھا مگر اس کے بعد دعاء متصل نہ ہوتی تھی تو اس جیسے افعال بدعت ہوں گے یہ مراد نہیں ہے کہ جو کام بھی حضور علیہ السلام نے نہیں کیا اس کا کرنا بدعت ہے۔

دیباچہ پر تبصرہ اور اس کا جواب :- مفتی صاحب موصوف دیباچہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لگھڑوی صاحب نے تقریظ لکھنے والے حضرات کے

تربیفی کلمات نقل کر کے اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش کی ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں ہاں اس مقام پر گلکھڑوی صاحب نے ایک بات بڑی پتے کی لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ ورنہ من آنم کہ من دانم ملاحظہ ہو۔ راہ سنت ص ۱۔ جو ضرور لائق لحاظ ہے کیونکہ اس میں انھوں نے دبی زبان میں اپنے اصل علمی مقام اور اپنی حقیقی تحقیقی پوزیشن کی طرف واضح اشارہ کیا ہے (مصباح ص ۵۲)

الجواب : مفتی صاحب موصوف اگر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (ورنہ دنیا بھر کے مسلمانوں نے دیکھا اور معلوم کیا کہ بفضلہ تعالیٰ) حضرت گلکھڑوی صاحب دام مجدہم نے اہل بدعت کی پوری جماعت کا ایسا ناطقہ بند کیا ہے کہ تقریباً نصف صدی سے ان کی کتابیں جو شائع ہو رہی ہیں۔ اہل بدعت سے ان کی کتابوں میں جمع کردہ دلائل کا دلائل سے جواب نہ تو بن سکا ہے اور نہ ہی انشاء اللہ بن سکے گا مفتی صاحب موصوف کی طرح بے پرکی ہانکنے کو جواب نہیں کہا جاسکتا۔

قاری محمد طیب صاحب کی تصدیق پر اعتراض :-

مفتی صاحب موصوف مہتمم مدرسہ دیوبند کی تصدیق کے حوالہ سے محاسبہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ موصوف نے اپنے مصدق مذکور کے بارے میں مذکور الفاظ لکھ کر خود اپنے ہی مقرر کردہ معیار شرک و بدعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کئی بدعات کے ساتھ ساتھ شرک کا ارتکاب بھی کیا ہے چنانچہ انھوں نے قاری صاحب موصوف کو موانعاً کہہ کر حسب ضابطہ خود شرک اکبر کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں نیز صحیح

حدیث میں طیب کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے وارد ہوا ہے پس ان کے ضابطہ کے مطابق یہ نام بدعیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شرکیہ بھی ہوا (مصباح ص ۵۳-۵۴) ملخصاً اس سے متعلق بحث ہم پہلے کر چکے ہیں کہ اشتراک اسمی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر اطلاق علی الاطلاق ممنوع نہیں ہے۔ پھر مفتی صاحب نے یہ بھی غور نہیں کیا کہ طیب تو حضور علیہ السلام کے فرزند کا نام بھی تھا۔ اور حضور علیہ السلام کے صفاتی ناموں میں بھی طیب ہے تو محمد کے ساتھ طیب ملا کر نام رکھنے میں کسی عقلمند کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا البتہ مفتی صاحب موصوف کا معاملہ جدا ہے۔ پھر مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں علاوہ ازیں کتاب پر کسی کی تصدیق و تقریظ لینا بھی لکھڑوی اصول کے مطابق بذات خود ایک مستقل بدعت ہے پس اس کا ثبوت بھی لکھڑوی صاحب کے ذمہ ہمارا ایک اور واجب الادا قرض ہے۔ (ص ۵۴)

مفتی صاحب موصوف سے گزارش ہے کہ جھوٹے دعوے سے کسی کو اپنا مقروض بنانے والوں کی کمی نہیں ہے ان میں آپ کا شمار کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ مگر پہلے یہ تو واضح کریں کہ کونسا اصول حضرت لکھڑوی صاحب نے بیان کیا ہے جس کے تحت ان کے نزدیک یہ بدعت ہے اگر کسی کتاب پر تقریظ کا داعیہ اور سبب حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور اس کے باوجود آپ نے یہ عمل نہیں کیا تو تب تو یہ بدعت ہوگا جب حضور علیہ السلام کے زمانہ میں کتابوں پر تقریظ کا سبب اور محرک ہی نہ تھا تو اس کو بدعت کیسے کہا جا سکتا ہے خصوصاً جب کہ اس کو شرعی حیثیت سے ضابطہ میں نہیں سمجھا گیا۔ حضرت لکھڑوی صاحب دایم مجد نام لے بیان کردہ اصول کے تحت تو ایسا ثابت نہیں ہوتا البتہ اگر مفتی صاحب موصوف بیان کردہ اصول کو توڑ مڑ کر اپنے کرتب سے اس کو بدعت

ثابت کریں تو ایسا انداز ان کو اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے جس پر کچھ تعجب نہیں ہے

حضرت قاری محمد طیب صاحب کی عبارت پر پہلا اعتراض :-

حضرت قاری محمد طیب صاحب نے لکھا تھا ان کے بعد جب دلی کی علمی مرکزیت ختم ہو کر دیوبند کی طرف منتقل ہوئی تو بانیاں دارالعلوم دیوبند کے ہاتھوں علم و جہاد کے روپ میں آگے بڑھی اٹھی۔ اس پر مفتی صاحب موصوف شاہ ولی اللہ کے ہم عقیدہ ہونے کے دعویٰ کا محاسبہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ ان کا بے بنیاد دعویٰ ہے جس کے خلاف واقعہ ہونیکی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ موصوف نے اس کی نوعیت بیان کرتے ہوئے اس کی مطلوبہ معیار کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی ان کے ہمنوا اسے پیش کر سکتے ہیں ہاں یہ درست ہے کہ بانیاں دیوبند کو مولف تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کی تعلیمات ورثے میں ملی تھیں اور وہ انہی کے وارث وائین ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند جلیل حضرت شاہ عبدالعزیز (قدس سرہما) کے ہرگز نہیں۔ (مصباح ص ۵۵)

الجواب :- مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ جو چیز واضح

ہو اس کی دلیل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی سند حدیث مولانا احمد علی سہارنپوریؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب سے ہے اور اسی سند سے وہ حدیث پڑھاتے رہے تو حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب اور شاہ عبدالعزیزؒ صاحب ہی

کے علوم کو بنائیاں دیو بند نے آگے بڑھایا اس کا انکار تو بڑی جہالت ہے شاہ اسماعیل صاحب توان کی سند میں آتے ہی نہیں البتہ شاہ اسماعیل صاحب کے توحیدی نظریہ اور شرک کے خلاف نفرت کے انداز کو بھی بنائیاں دیو بند نے محفوظ رکھا۔

اور شاہ اسماعیل شہیدؒ پر وہابی ہونے کا الزام بالکل غلط ہے تفصیل کے لئے عبارات اکابر اور اظہار العیب کا مطالعہ فرمائیں۔

دوسرا اعتراض : مفتی صاحب ضعیف حدیث سے استدلال پر محاسب کا

عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مقرر موصوف نے اپنے ایک دعویٰ کی دلیل کے طور پر

ایک طویل حدیث کے یہ الفاظ پیش کئے ہیں۔ ”فیہ نبأ ما قبلکم وخبر

ما بعدکم وحکم ما بینکم“۔ اور پھر مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ یہ

روایت ضعیف ہے۔ اس کی سند مجہول اور اس کا روای حارث الاعور متکلم فیہ ہے اور پھر

آگے مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ راہ سنت کے ص ۲۴۲۔ میں انکو ٹھے چومنے کی

ایک روایت پر بعینہ پیش نظر روایت جیسا کلام نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی سند

میں کئی مجہول روای ہیں اور سند بھی منقطع ہے تو اس ضعیف روایت سے دین کیسے اخذ

کیا جاسکتا ہے مگر اس کے باوجود اپنی باری میں وہ سب کچھ بڑی آسانی سے گوارا کر

لیا گیا ہے جس پر دانت پیستے ہوئے وہ خود ہی اسے سراسر منافی دین قرار دے چکے ہیں

۔ (مصباح۔ ص ۵۵-۵۶)

الجواب : مفتی صاحب موصوف کو غصہ یہ ہے کہ ہماری انکو ٹھے چومنے والی

روایت کو رد کیا ہے مگر فیہ نبأ ما قبلکم والی ضعیف روایت کو قبول کیا ہے تو اس بارہ میں

مفتی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اس حدیث کے ضعف اور انگوٹھے چومنے والی روایت کے ضعف میں زمین و آسمان کا فرق ہے انگوٹھے چومنے والی روایت کو بہت سے محدثین کرام نے موضوعات میں شمار کیا ہے جس کی تفصیل راہ سنت میں دیکھی جاسکتی ہے اور جس روایت کو حضرت قاری صاحب نے پیش کیا ہے اس کی صرف سند ضعیف ہے اس کے متن کی صحت پر تو امت کا اتفاق ہے اور کوئی مسلمان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم میں پہلی اقوام کی خبریں اور آخرت کے احوال اور باہمی تنازعات کو حل کرنے کے اصول موجود ہیں اسی لئے اس روایت کے تحت حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں ”فالْحَاصِلُ انْ حَدِيثَهُ ضَعِيفٌ اسنادہ

وان كان لا شك في صحة معناه“۔ (مرقات جلد ۴، صفحہ ۳۵۹) پس خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر اس کے معنی کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ پھر مفتی صاحب موصوف کی معلومات کیلئے عرض ہے کہ اگر کسی روایت کا متن صحیح ہو تو بے شک اس کی سند کمزور ہو تو وہ روایت قابل احتجاج ہوتی ہے جیسا کہ علامہ طاہر الجزائریؒ فرماتے ہیں ”واذا ورد حدیث مرسل او فی احدنا قلیہ ضعف فوجدنا ذالک الحدیث مجمعا علی اخذه والقول به علمنا یقینا انه حدیث صحیح لا شک فیہ۔“ (توجیہ النظر ص ۵۰) اور جب کوئی حدیث مرسل ہو یا اس کے راویوں میں سے کوئی ضعیف ہو مگر ہم پائین کہ اس حدیث کو لینے میں اور اس کے مطابق قول کرنے میں اتفاق ہے تو ہم یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ حدیث صحیح ہے اور ہمیں کوئی شک نہیں

ہے۔ حضرت قاری صاحب نے حدیث کا جتنا حصہ ذکر کیا ہے کیا مفتی صاحب موصوف اور ان کے طبقہ کو اس متن سے اختلاف ہے اگر اختلاف ہے تو کھل کر واضح طور پر کہیں کہ قرآن کریم میں نہ تو پہلی اقوام کے واقعات ہیں اور نہ پچھلے لوگوں کی خبریں ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے باہمی تنازعات کا حل اسمیں ہے۔ اگر متن پر اتفاق ہے تو محض سند کی کمزوری کی وجہ سے اعتراض نری جہالت اور اصول حدیث سے بے خبری کی علامت ہے اور پھر مفتی صاحب موصوف پر تعجب ہے کہ خود انھوں نے علامہ سیوطی سے تسمیہ کے متعلق جو روایات نقل کی ہیں ان میں علامہ سیوطی نے واضح طور پر رض کا نشان دے کر ان کو ضعیف کہا ہے۔ جب خود مفتی صاحب موصوف نے ضعیف روایات پیش کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی تو پھر اس روایت پر اعتراض کا حق ان کو کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے مفتی صاحب موصوف کو یہ فرق ملحوظ رکھنا چاہیے کہ حضرت قاری صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا متن صحیح مگر سند ضعیف ہے جب کہ انگوٹھے چومنے والی روایت کا نہ متن صحیح ہے اور نہ ہی اس کی سند صحیح ہے بلکہ اسکو موضوعات میں شمار کیا گیا ہے۔

(آنکھیں گر بند ہوں تو دن بھی رات ہے اس میں بھلا تصور کیا ہے آفتاب کا۔)

تیسرا اعتراض: مفتی صاحب تلخیص اور بد زبانی کا محاسبہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔ یہاں مقرظ صاحب نے اہل سنت کو نیچا دکھانے کی غرض سے یہ بھی کہا ہے کہ ان کی حجت و برہان ہی زبان کی گالی اور ہاتھوں کی دراز دستی ہے اور اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی زبانیں متین، کلام مہذب، لب و لہجہ صادق اور

انداز حلم و اناء کا ہے ملاحظہ ہو راہ سنت ص (و۔ ز) مگر اس کے فوراً بعد ہی اہل سنت کے بارے میں بد تہذیبی، ناشائستگی، جہالت اور خرافات کے لفظ بول دیئے ہیں اردو ڈکشنریز میں خرافات کا معنی بکواسات وغیرہ لکھا ہے۔

الجواب :- مفتی صاحب موصوف کی اس بات پر ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ہم سکول پڑھتے تھے۔ تو سکول کے چوکیدار کو بچے عجیب لوگ کہہ کر چھیڑتے تھے اور وہ اس سے چڑتا تھا ایک دفعہ ہمارے استاد ماسٹر سیف الرحمن صاحب کا ایک مہمان آیا اس نے گلہ پینچ کر ایک آدمی سے ماسٹر صاحب کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون سے سکول میں پڑھاتے ہیں تو اس نے ایک سکول کا بتایا جب وہ مہماں وہاں پہنچا تو اس سکول میں ماسٹر سیف الرحمن صاحب نہیں تھے وہاں ہی کسی نے ایک اور سکول کا بتایا وہ وہاں پہنچا تو وہاں بھی نہ ملے پھر وہ پھرتے پھرتے اس سکول میں پہنچا جہاں ماسٹر صاحب پڑھاتے تھے اس نے سکول کے چوکیدار سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں ماسٹر سیف الرحمن صاحب یہاں ہیں اور اوپر کلاس کو پڑھا رہے ہیں وہ تھکا ماندہ مہمان کہنے لگا کہ عجیب لوگ ہیں کہ انھوں نے مجھے کتنے سکولوں کے چکر لگوائے بس اتنا کہنا تھا کہ چوکیدار اس مہمان سے الجھ پڑا اور نوبت ہاتھ پائی تک پہنچی۔ سکول کے ٹیچر اکٹھے ہو گئے ماسٹر سیف الرحمن صاحب بھی شور سن کر نیچے پہنچے تو انھوں نے اپنے مہمان کو پہنچان لیا اور اس سے واقعہ پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا دروازہ سے اندر جانے لگا تو اس نے میرے ساتھ لڑنا شروع کر دیا۔ جب ماسٹر صاحب نے چوکیدار سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اس نے مجھے جان بوجھ کر چھیڑا ہے۔ جب بات واضح ہوئی تو سب

ٹیچر برآمدہ میں کھڑے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ اس مہمان نے تو عمومی بات کی تھی مگر چونکہ اس کو اپنی چھیڑ سمجھ لیا۔ کچھ اس طرح کا معاملہ یہاں بھی ہے کہ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ نے تو عمومی بات کی ہے مگر مفتی صاحب موصوف اس کو اپنی چھیڑ سمجھ رہے ہیں۔

قارئین کرام حضرت قاری صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ حضورؐ کی یہ پیش گوئی اہل بدعت کے حق میں سر کی آنکھوں سے مشاہدہ میں آرہی ہے کہ وہ رات دن بدگوئی، درشت کلامی، تفریق بین المسلمین، گالم گلوچ، قتل و غارتگری، فساد و خون ریزی اور اشتعال انگیزی کے دے ہوئے پنہانی غیظ و غضب کے ساتھ ہر وقت آمادہ فساد نظر آتے ہیں۔ گویا ان کی حجت و برہان ہی زبان کی گالی اور ہاتھوں کی دراز دستی ہے۔ دراز دستی اس کوتاہ استینا بین۔ بخلاف اہل سنت کے کہ ان کی زبانیں متین، کلام مہذب، لب و لہجہ صادق اور انداز حکم و اناء کا ہے۔ تصانیف و تقاریر میں کسی غیظ و غضب کا اظہار نہیں۔ کسی بھی موقع پر وہ جذباتی رنگ میں اشتعال انگیزی کر کے تفریقیں ڈالتے نہیں پھرتے کیونکہ ان کی حجت و برہان کتاب و سنت ہے جس کی روشنی میں وہ مدعا کا اثبات کرتے ہیں۔ اور مدعا بھی خود اپنا نہیں رکھتے وہ مدعا بھی اللہ و رسول کا ہوتا ہے جسے وہ نقل کر کے اس کے دلائل سے پردہ اٹھا دیتے ہیں اس عمل میں ظاہر ہے کہ بدتمیزی اور ناشائستگی کی قدرتا گنجائش ہی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ان خرافات کی ضرورت پیش آ سکتی ہے کیونکہ یہ امور از قسم جہالت ہیں۔ (راہ سنت ص ۷)

قارئین کرام : ہم نے حضرت قاری صاحب کی عبارت کا طویل اقتباس اس لئے پیش کیا تا کہ قارئین کرام انصاف کر سکیں کہ قاری صاحب علیہ الرحمۃ نے کیا کہا ہے اور مفتی صاحب موصوف کیا نتیجہ نکال رہے ہیں۔ حضرت قاری صاحب نے تو خود فرمایا کہ جب آدمی کے پاس دلائل ہوں تو بد تہذیبی وغیرہ کی نوبت نہیں آتی مگر مفتی صاحب موصوف کہہ رہے ہیں کہ قاری صاحب نے ہمیں یہ الفاظ کہے ہیں۔

چوتھا اعتراض : حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے لکھا ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی اہل بدعات کے حق میں سر کی آنکھوں سے مشاہدہ میں آرہی ہے اس پر مفتی صاحب موصوف اقرار علم غیب النبی ﷺ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مقررظ موصوف اپنی اس تقریظ میں حضور ﷺ کے خداداد علم غیب کا اقرار پر کئے گئے ہیں۔ (مصباح جلد ۱ صفحہ ۵۷)

الجواب : مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حضور علیہ السلام سے قیامت، آخرت کے احوال، امت کی بگاڑ کے احوال جیسے بے شمار احوال سے متعلق جو پیش گوئیاں ثابت ہیں ان کا نہ کوئی دیوبندی منکر ہے اور نہ ہی ان سے اہل بدعت کا علم غیب کلی کا نظریہ ثابت ہوتا ہے اس لئے حضرت قاری صاحب کی عبارت سے نہ تو علم غیب کلی ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی مفتی صاحب موصوف کے لئے خوشی سے بغلیں بجانے کی کوئی گنجائش ہے۔

معیار بدعت : مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ گکھڑوی صاحب کے

نزدیک بدعت سیئہ کا مصداق کسی چیز کی ہیئت ترکیبی ہے جو بعینہ ہو بہو اور صریحاً قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو جب کہ اہلسنت کے ہاں بدعت سیئہ کسی امر کی شرعی حیثیت کو بدل کر اسے شریعت سمجھنے کا نام ہے۔ (مصابح جلد ۱ ص ۵۸)

حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم نے بدعت کی جو تعریف فرمائی ہے اس کی بحث ہم پہلے مفتی صاحب کی مغالطہ دہی کے عنوان کے تحت کر چکے ہیں اور واضح کر چکے ہیں کہ مفتی صاحب موصوف نے حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم کی جانب سے پیش کردہ اصول کو توڑ مڑ کر اپنی مرضی کا مطلب اس سے اخذ کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور یہاں بھی انہوں نے اسی انداز کو اختیار کیا ہے۔ حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم کا نظریہ تو اس بارہ میں بالکل واضح ہے جو راہ سنت کا مطالعہ کرنے والے کسی قاری سے مخفی نہیں البتہ مفتی صاحب موصوف نے اپنے طبقہ کا جو نظریہ بیان کیا ہے وہ نظریہ ان کے اعلیٰ حضرت کی عبارات سے ثابت شدہ مفہوم کے مخالف ہے چنانچہ ان کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں خطبہ میں عربی کے سوا اور زبان کا ملانا مکروہ خلاف سنت ہے لانه علی خلاف المتوارث من لدن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم (فتاویٰ افریقہ ص ۴۹) اس لئے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چلے آئے طریقہ کے خلاف ہے۔ مفتی صاحب موصوف سے گزارش ہے کہ ان کے اعلیٰ حضرت نے صحابہ کرامؓ سے چلے آئے طریقہ کی مخالفت کو خلاف سنت قرار دیا ہے۔ اسی بات کو تو حضرت لکھڑوی صاحب نے واضح کیا ہے کہ حضور علیہ السلام سے جو عمل جس انداز سے ثابت ہے اسی انداز کو باقی رکھنا سنت اور اس کے خلاف کرنا بدعت ہے۔

مفتی صاحب موصوف کی معلومات کیلئے مزید عرض ہے کہ اپنے اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت بھی ملحوظ خاطر رکھیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں اور اگر وہ مقصود جو بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں اس میعاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں پھر میعاد گزار کر مزار پر لیجا کر وہ بال اتارتی ہیں تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۸۳) اب مفتی صاحب گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اگر جاہل عورتوں کا از خود ایک میعاد مقرر کر کے بچوں کے سر پر چوٹی باقی رکھنا بدعت ہے تو جن اعمال کو حضور علیہ السلام نے کسی وقت کیسا تھ مقید نہیں کیا از خود ان کو مقید کرنا کیونکر بدعت نہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت اس دنیا میں زندہ ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے مگر وہ تو اس دنیا سے چلے گئے اس لئے ہم مفتی صاحب موصوف سے پوچھتے ہیں کہ جب جاہل عورتوں کا بچوں کے سر پر چوٹی رکھنے کے لئے میعاد مقرر کرنا بدعت ہے تو اس سے کس امر شرعی کو بدلا گیا ہے۔ اس سے بھی حضرت گلکھڑوی صاحب دام مجدہم کے بیان کردہ نظریہ کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بچوں کے سر منڈوائے جاتے تھے مگر سر پر چوٹی نہیں رکھی جاتی تھی اس لئے اس طریقہ کی مخالفت کو بدعت ہی کہنا چاہئے جب کہ وہ عورتیں اس چوٹی رکھنے کو شرعی حیثیت دے کر رکھتی ہوں۔

پانچواں اعتراض :- حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک

حدیث پیش کی ”ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من السنة فتمسک

بِسْمَةِ خَيْرٍ مِنْ أَحْدَاثِ بِلْدَةِ " کسی بھی قوم نے کوئی بدعت (دین میں) ایجاد نہیں کی کہ اس کی مثل سنت اس قوم سے اٹھانہ لی گئی ہو۔ پس سنت کو تھامے رہنے ہی میں خیر ہے بہ نسبت نئی نئی بدعات نکالنے کے اھ۔ مفتی صاحب موصوف اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے موصوف کی پوری راہ سنت کا ملیا میٹ اور کھاڑا کر کے رکھ دیا ہے اور پھر آخر میں لکھتے ہیں مقررظ صاحب نے اس میں واضح طور پر مان لیا ہے کہ بدعت کی مرکزی صفت یہ ہے کہ وہ رافع سنت ہو جو کسی امر کی شرعی حیثیت کے بدلنے ہی سے مقصود ہو سکتی ہے۔ لا غیر جو بعینہ اہلسنت کا موقف ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۵۸-۵۹)

الجواب:- مفتی صاحب موصوف یا تو نرے جاہل ہیں یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں ورنہ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم نے اس حدیث کو پیش کر کے حضرت گلکھڑوی صاحب دام مجدہم کے بیان کردہ نظریہ ہی کی تائید کی ہے جس کو سمجھنے سے مفتی صاحب موصوف کی عقل قاصر ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ جب بھی کوئی بدعت ایجاد کی جائیگی اس کیساتھ ہی اس عمل سے متعلق سنت اٹھ جائیگی مثلاً اذان کا طریقہ جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اس اذان سے پہلے یا بعد میں مروجہ صلوٰۃ و سلام کا رواج نہ تھا یہ صلوٰۃ و سلام تو آٹھویں صدی ہجری میں رائج ہوا اب مسنون طریقہ اس مروجہ صلوٰۃ و سلام کے بغیر تھا جب یہ بدعت ایجاد کی گئی تو جہاں جہاں یہ بدعت رائج ہوئی وہاں یہ مسنون طریقہ ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح جنازہ کے بعد دعا، قبر پر جا کر مسنون طریقہ ہے تو جب جنازہ کے متصل بعد دعا کی گئی تو،

اس مسنون طریقہ کا خلاف ہوا۔ (اور یہی حال ہر بدعت کا ہے) تو جب ہر بدعت سے اس عمل سے متعلق مسنون طریقہ بدل جاتا ہے اور وہی (مسنون طریقہ امر شرعی ہے) تو اس ظاہر ہو گیا کہ ہر بدعت سنت کے لئے رافع ہے اسی کا بیان راہ سنت میں کیا گیا ہے اور اسی نظریہ کی تائید کے لئے حضرت قاری صاحب نے حدیث پیش کی ہے۔ اگر مفتی صاحب موصوف کو اتنی واضح بات بھی سمجھ نہیں آتی تو پھر ان کے دارالافتاء کا اللہ ہی حافظ ہے۔

حضرت مولانا السید مہدی حسن صاحبؒ کی تصدیق پر پہلا اعتراض :-
ان کے نام اور ذکر کردہ القاب کے بارہ میں بھی مفتی صاحب موصوف نے اسی طرح کا اعتراض کیا ہے جس کا جواب حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کے نام والقباب کی بحث کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

دوسرا اعتراض :- حضرت مولانا مہدی حسن صاحب کے نام کے ساتھ السید بھی لکھا ہے اس پر اعتراض کرتے ہوئے مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں اسی طرح ایک حدیث میں سید کا لفظ اللہ کے بارے میں وارد ہوا ہے تو یہ انکے مطابق شرک ہوا۔
(مصباح جلد ۱۔ ص ۵۹)

الجواب :- ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جو اسماء اللہ کی ذات کیساتھ مختص نہیں بلکہ اوروں پر بھی ان کا اطلاق ہوا ہے تو ان اسماء میں اشتراک لفظی ہے۔ ورد و شریف کے منقولہ الفاظ میں سے یہ الفاظ بھی ہیں ”اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا“

اس میں سید کا اطلاق حضور علیہ السلام پر کیا گیا ہے۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے حضرت حسن کو راہِ نبویؐ ہذا سیدؑ فرمایا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۳۰)

اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے نے حضرت حسن کو سیدؑ فرمایا ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ جلد ۶ ص ۹۱، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۸)

جب سید کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ پر بھی ہوا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص نہیں اس لئے اس میں اشتراک لفظی ہے جس کا مطلب ہر ذات کی شان کے مطابق متعین ہوگا۔

تیسرا اعتراض: مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں علاوہ ازیں ان کے صدر موصوف کا نام بھی ان کے حسب نظریہ بدعت سیدؑ ہونے کے علاوہ شیعیت کا ترجمان بھی ہے۔ (جلد ۱ ص ۵۹)

الجواب: ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ مفتی صاحب موصوف اپنی نا سمجھی یا تجاہل عارفانہ یا عوام الناس کو مغالطہ دینے کی خاطر حضرت گلکھڑوی صاحب دَامِ مجدہم کے بیان کردہ نظریہ کو توڑ مڑ کر پیش کر کے ہی اعتراضات کی توپ چلا رہے ہیں ورنہ حضرت گلکھڑوی صاحب دَامِ مجدہم کے بیان کردہ نظریہ کے مطابق نہ یہ بدعت ہیں اور نہ ہی کوئی سمجھ بوجھ کا حامل اس کو ان کے نظریہ کے مطابق بدعت ثابت کر سکتا ہے۔

پھر مفتی صاحب موصوف نے مہدی حسن نام کو شیعیت کا ترجمان کہا ہے تو ان سے ہماری گزارش ہے کہ انھوں نے شیعیت کی ترجمانی کا دروازہ کھولا ہے تو اس دروازہ سے اپنے اعلیٰ حضرت کے والد نقی علی خان کو بھی گذاریں اور پھر انصاف پسند عوام

الناس سے پوچھیں کہ ان ناموں میں سے کونسا نام شیعیت کا ترجمان ہے۔

مفتی صاحب موصوف کا بہتان :- مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں

۔ اور ونصلی علی رسولہ الکریم کہہ کر جو درود پڑھا گیا ہے وہ درود ابراہیمی نہیں

جب کہ سارا زور اس پر صرف کیا جاتا ہے کہ درود ابراہیمی ہی پڑھا جاسکتا ہے اور کوئی

درود ہے ہی نہیں اس کے جواز کی بات تو بعد کی چیز ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۶۰)

یہ مفتی صاحب موصوف کا ہم پر اور ہمارے اکابر پر کھلا بہتان ہے کہ وہ صرف درود

ابراہیمی کو ہی درود سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے اکابر نے درود ابراہیمی کو بہتر اور درود

شریف کے دیگر منقولہ الفاظ سے درود شریف پڑھنے کو بھی جائز کہا ہے۔ حضرت مولانا

محمد زکریا صاحب کی فضائل درود شریف میں اور اسی طرح دیگر کئی بزرگوں کی

کتابوں میں درود شریف کے کئی انداز سے الفاظ نقل کئے گئے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی آدمی

دور سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ سے بھی درود

شریف پڑھتا ہے جب کہ یا رسول اللہ سے حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کا

عقیدہ نہیں رکھتا تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ حضرت لکھڑوی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال

کے جواب میں فرماتے ہیں۔

الجواب :- ہم اور ہمارے تمام اکابر الصلوٰۃ والسلام علیک

یا رسول اللہ کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ یہ بھی فی

الجملہ اور مختصر طریقہ سے درود شریف کے الفاظ ہیں ہاں البتہ حرف خطاب اور حرف یا

سے حاضر و ناظر مراد لینا کفر ہے۔ (درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ ص ۷۵)

چوتھا اعتراض :- مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ راہ سنت کو ہر ایک عام و خاص کے لئے مفید کہا ہے جو گکھڑوی اصول کے مطابق شرک ہے کیونکہ نفع و نقصان دہنا اللہ کی شان ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۶۰ ملحوظاً)

الجواب :- مفتی صاحب موصوف کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا خونی کو خیر باد کہہ چکے ہیں اس لئے ہم قارئین کرام کے سامنے حضرت گکھڑوی صاحب دام مجدہم کا بیان کردہ نظریہ نافع اور ضار کے متعلق ان کی اپنی عبارت سے ہی واضح کرتے ہیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ حضرت گکھڑوی صاحب نے کیا فرمایا ہے اور مفتی صاحب موصوف فی آی و ادبیہم۔ حضرت دام مجدہم کئی آیات پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ان کی آیات سے یہ بخوبی اور بلا شک و شبہ ثابت ہو چکی ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔ یہ یاد رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لئے پکارنا، بیماری میں علاج کے لئے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں کسی دوست عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنا نہ تو شرک ہے اور نہ اس سے ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ کو الہ بنانا لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہیں۔ (گلدستہ توحید ص ۱۱۱) اور اسی کے مطابق انھوں نے دل کا سرور وغیرہ میں فرمایا ہے۔ اس نظریہ کی روشنی میں ہر قاری جان سکتا ہے کہ حضرت مفتی مہدی حسن صاحب نے راہ سنت کو جو مفید کہا ہے تو وہ مافوق الاسباب درجہ میں

نہیں بلکہ ساتھ بیان کر دیا کہ اس کے مطالعہ سے بدعت و سنت کی حقیقت نمایاں طور پر واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی نے اس کو عوام و خواص دونوں کے لئے بے حد نافع ہے جو کہا ہے وہ بھی اسی معنی میں ہے اس لئے آگے فرمایا کہ احقر اپنے حلقہ کے علماء کرام و طلبہ کو مشورہ دیتا ہے کہ اس کتاب کی طرف توجہ فرمائیں۔ اس لیے مفتی صاحب موصوف کا اعتراض نری جہالت یا عوام الناس کو دھوکہ دینے کی مذموم کوشش ہے۔

مفتی صاحب موصوف کی نا سمجھی: حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی نے لکھا ہے کہ راہ سنت میں بدعت شرعیہ کے حدود کو اس طرح متعین کرنا کہ امور انتظامیہ تعلیمیہ (مثلاً قیام مدارس دینیہ، امتحان، نصاب، تعلیم تدریس قواعد عربیہ طباعت و اشاعت علوم اسلامیہ) اشغال صوفیہ اور مباحات متجددہ ان سے خارج ہوں اور عقائد و اہوا متحدہ اور قربات و ائمال مختلفہ متعلقہ بالاموات وغیرہ ان میں داخل ہوں ایک علمی اور دقیق بحث ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مصنف موصوف نے اس اہم مورچہ کو ایک بہت بڑی حد تک سر کر لیا ہے۔ الخ مفتی صاحب موصوف اپنی نا سمجھی کے باعث لکھتے ہیں کہ اس میں افغانی صاحب موصوف نے گکھڑوی اصول کی نفی کر کے اصول اہلسنت کا حق ہونا تسلیم کر لیا ہے یا پھر اپنے بدعتی ہونے پر صاد کر دیا ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۶۲)

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ غور فرمائیں کہ حضرت افغانی تو واضح الفاظ میں راہ سنت میں بدعت شرعیہ کے حدود کو متعین کرنے کی تاکید کر رہے ہیں اور مفتی

صاحب موصوف اس کو لکھڑوی صاحب کی مخالفت اور اپنی حمایت سمجھ رہے ہیں
برین عقل و دانش ببايد گريست .

ٹائٹل پیج پر پہلا اعتراض :- مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ لکھڑوی
صاحب نے ٹائٹل پر آیت کے آغاز میں تعوذ اور تسمیہ نہیں لکھا۔ (مصباح جلد ۱-۶۳)

الجواب :- اس سے متعلق بحث ہم پہلے کر چکے ہیں یہاں صرف اتنی عرض
ہے کہ اگر یہ جرم ہے تو اس جرم میں تو خود مفتی صاحب موصوف بھی شریک ہیں اس
لئے کہ انھوں نے خطبہ کے بعد لکھا ”اما بعد فقد قال الله تعالى في
الكلام المجيد والفرقان الحميد وما اتاكم الرسول فخذوه
وما نهاكم عنه فانتهوا ۱۔ (مصباح جلد ۱-صفحہ ۲۳) آیت کا جو حصہ حضرت
لکھڑوی صاحب نے پیش کیا ہے وہی مفتی صاحب موصوف نے پیش کیا ہے اور اس
سے پہلے تعوذ اور تسمیہ کوئی نہیں لکھی۔ اگر مفتی صاحب موصوف کے ہاں حضرت
لکھڑوی صاحب دام مجدہم کا یہ انداز قابل اعتراض اور جرم ہے تو اس جرم میں وہ خود
بھی شریک ہیں اور شریک جرم کا دوسرے کو طعن دینا انتہائی مضحکہ خیز بات ہے اور اگر
مفتی صاحب کا اپنا انداز قابل اعتراض اور جرم نہیں تو یقیناً یہ حضرت لکھڑوی صاحب
دام مجدہم کا بھی جرم نہیں ہے اس پر اعتراض صرف اور صرف مفتی صاحب موصوف
کے تعصب اور جہالت کا آئینہ دار ہے۔

دوسرا اعتراض :- مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اذان کے وقت صلوٰۃ

سلام پڑھنے (پر چوٹیں کی جاتی ہیں) کہ اذان اور غیر اذان ملا دینے سے غیر اذان کے اذان کا جزء ہونے کا انہیں خطرہ ہونے لگتا ہے اس لئے اسے ترک کر دینا چاہئے مگر یہاں پر انہوں نے قرآن کریم وغیر قرآن کو ملا کر لکھ دیا۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۶۴)

الجواب : اگر مفتی صاحب موصوف اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھیں تو ان کو نظر آئے گا کہ پہلی آیت کے بعد (قرآن حکیم) اور پھر حدیث ذکر کرنے کے بعد (متفق علیہ) اور پھر دوسری آیت کے بعد (قرآن کریم) لکھا ہے اگر اس سے بھی مفتی صاحب موصوف کو قرآن وغیر قرآن میں فرق نظر نہیں آتا تو اس کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔ باقی رہا اذان سے قبل یا بعد مروجہ طریقہ سے صلوٰۃ و سلام تو اس کی ممانعت کی وجہ صرف اذان وغیر اذان کا ملنا ہی نہیں بلکہ اس کا بدعت ہونا بھی ہے۔ جو آٹھویں صدی ہجری کی ایجاد ہے۔ اسی طرح وفات یافتہ مسلمانوں کیلئے متفرق آیات رحمت کی تلاوت علی الاطلاق ممنوع نہیں بلکہ اپنی جانب سے دنوں کی تعیین کر کے اور پھر ان ہی آیات کو ایصال ثواب کا حصہ متعین کر لینے کی وجہ سے اس عمل کو بدعت کہا جاتا ہے۔

تیسرا اعتراض : مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ (راہ سنت کے) ٹائٹل پیج پر جو آیت ”مَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ“ لکھی گئی ہے وہ کتاب کے موضوع سے مطابقت نہیں رکھتی اس لئے کہ وہ تو غنیمت کی تقسیم سے متعلق ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۶۵۔ ملخصاً)

الجواب : مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اگرچہ یہ

آیت غنیمت کی تقسیم کے متعلق ہے مگر حضرات صحابہ کرامؓ و اکابرین امت نے اس کو صرف اسی کے ساتھ مختص نہیں رکھا بلکہ مال کے عموم کے پیش نظر اس کو حضور علیہ السلام کی ہر معاملہ میں اتباع پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے مسئلہ بیان کیا کہ جو عورتیں اپنے بدن گودا کر رنگ بھراتی ہیں اور جو چہروں کے بال چنتی ہیں اور جو اپنے دانتوں میں مصنوعی حسن پیدا کرنے کے لئے جھریاں بناتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے تو ایک عورت نے ان سے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے مجھے تو قرآن کریم میں یہ نہیں ملا تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ”لئن كنت قرأتیه لقد وجدته اما قرأت وما اتاکم

الرسول فخذوه ومانھاکم عنه فانتهوا قالت بلی قال فانه قد نھی عنه۔ (بخاری جلد ۲۔ صفحہ ۲۵۷ مسلم جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۵) اگر تو غور سے اس کو پڑھتی تو اس مسئلہ کو ضرور اس قرآن کریم میں پالیتی کیا تو نے یہ نہیں پڑھا اور جو چیز تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں تو اس کو لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو وہ عورت کہنے لگی ہاں یہ تو میں نے پڑھا ہے تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ مفتی صاحب غور کریں کہ حضرت ابن مسعودؓ جیسی شخصیت جو تمام صحابہ کرامؓ میں تفسیر قرآن کریم میں اور فقہی اجتہاد میں اول درجہ کے صحابہ میں سے ہیں انھوں نے اس آیت کو صرف غنیمت کے مال کی تقسیم کے ساتھ مختص قرار نہیں دیا۔ اگر مفتی صاحب موصوف کو کسی اور پر اعتبار نہیں تو جب انھوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے اس آیت کا ترجمہ نقل کیا تھا تو ذرا اپنے صدر الانامہ

مراد انہادی کے تفسیر ہی حاشیہ کو بھی دیکھ لیتے کہ وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے لکھا ہے یا یہ معنی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں جو حکم دیں اس کا اتباع کرو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے (تفسیر بر حاشیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت ص ۸۷۲) مفتی صاحب موصوف کے صدر الافاضل کی اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا معنی صرف نفیست کے مال کی تقسیم کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ بلکہ اس سے احکام بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ جب بات واضح ہے تو مفتی صاحب موصوف کا اعتراض نری جہالت ہے

مفتی صاحب موصوف کا ایک اور بہتان :- مفتی صاحب

موصوف لکھتے ہیں جبکہ موصوف کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ آیت یا حدیث کا جو سیاق و سباق ہوا اسے اسی میں بند رکھنا ضروری ہے۔ (مصابح جلد ۱۔ صفحہ ۶۶)

یہ مفتی صاحب موصوف کا صریح بہتان ہے اس لئے کہ قطعاً حضرت گکھڑوی صاحب دام مجرہم کی کسی کتاب کی کسی واضح عبارت سے یہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا مگر مفتی صاحب موصوف کا اپنے روایتی انداز کو اختیار کئے بغیر چونکہ مقصد حاصل نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنے بزرگوں کے طرز عمل کو اختیار کرتے ہوئے جگہ جگہ بہتان تراشی سے کام لے رہے ہیں۔

باقی رہا موصوف کا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِیْ والی حدیث سے متعلق دل کا سرور کی عبارت پیش کر کے اس پر تبصرہ کرنا تو وہ تبصرہ بھی مفتی صاحب کی نا سمجھی کی دلیل ہے اس لئے ہم دل کا سرور کی عبارت اور اس پر مفتی صاحب موصوف کا تبصرہ

نقل کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام کو مفتی صاحب موصوف کی ذہانت و فطانت کا
حدود اربعہ معلوم ہو جائے۔ دل کا سرور میں مسند احمد وغیرہ کے حوالہ سے روایت نقل
کی گئی جس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق خود تقسیم کر دیے
ہیں۔ پھر اس روایت کی وضاحت کے بعد فرمایا کہ اس روایت کو پیش نظر رکھ کر
حضرت امیر معاویہؓ کی سابق حدیث کا مطلب آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جس
کے متعلق اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقاہت اور سمجھ عطاء کر دیتا
ہے میرا کام تو صرف احکام کو بیان کرنا اور ان کا تمہارے درمیان تقسیم کرنا ہے۔ اھ
(دل کا سرور ص ۱۲۷) مفتی صاحب اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں مطلب
یہ ہے کہ چونکہ انما انا قاسم الخ سے قبل من یرد اللہ بہ خیر ایفقہ فی
الدین کے الفاظ ہیں اس لئے ان الفاظ میں جس امر کی تقسیم کا ذکر ہے اس سے مراد
بھی انہی کے قرینہ سے احکام ہی ہے نہ کہ ہر چیز کی تقسیم۔ (مصباح سنت جلد ۱۔ ص
۶۶)

قارئین کرام حضرت دام مجاہدؒ نے قرآنی آیت ”نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ“
اور مسند احمد کی روایت اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ اٰخَلاَقَكُمْ پیش کر کے واضح کیا کہ اگر
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہر چیز کی تقسیم مراد لی جائے تو یہ مفہوم
قرآنی آیت اور مسند احمد کی حدیث کے مفہوم کے مخالف ہے ایسی صورت میں محدثین
کرام اور شراح کا طریق یہ ہوتا ہے کہ تطبیق کی صورت نکالی جاتی ہے تاکہ کسی حدیث کو
رد کرنا لازم نہ آئے تو تطبیق کی یہی صورت ہو سکتی تھی کہ انما انا قاسم والی حدیث

میں احکام مراد لئے جائیں تاکہ یہ روایت بھی معمول بھار ہے اور اس کا قرآنی آیت اور اس مسند احمد کی روایت سے تعارض بھی نہ رہے تو حضرت دام مجدہم کا یہ انداز محدثانہ اور شارحانہ ہے مگر مفتی صاحب موصوف کی سمجھ سے چونکہ باہر ہے اس لئے ان کو وہی تبصرہ کرنا چاہیے جو انہوں نے کیا ہے۔

تلمیس یا جہالت :- مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں رہے آیت میں ما کے لفظ جو عموم کے لئے ہوتے ہیں تو اولاً امور خاصہ کے لئے وہ عموم و اطلاق نصوص سے استدلال کے جواز کے سرے سے قائل ہی نہیں جیسا کہ ان کی اس کی کتاب کے باب چہارم سے ظاہر ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۶۶)

مفتی صاحب موصوف پر حیرانگی ہے کہ وہ کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں حالانکہ یہ بات تو نور الانوار اور شرح ملا جامی پڑھنے والے طلبہ بھی جانتے ہیں کہ کلمہ عامہ سے عموم کا ثبوت اور چیز ہے اور احکام عامہ سے امور خاصہ پر استدلال اور چیز ہے۔ مگر مفتی صاحب موصوف یا تو جان بوجھ کر اس کو خلط ملط کر کے تلمیس کر رہے ہیں یا بے چاروں کو اس کا علم ہی نہیں اور جہالت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ فان كنت لا تدري فتلک مصیبة . وان كنت تدري فالمصیبة اعظم . مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ جن باتوں میں خلط ملط کر کے آپ نے تلمیس کا مظاہرہ کیا ہے ان باتوں میں فرق کو حضرت گکھڑوی صاحب دام مجدہم جانتے بھی ہیں اور اس فرق کو علیحدہ عبارتوں میں واضح فرمایا ہے۔

کلمات عامہ سے عموم سے متعلق بحث

قراءت خلف الامام کے مسئلہ میں پیش کی جانے والی حدیث لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس استدلال کی دارو مدار حرف من پر ہے جس کو مطلقاً عموم لے لئے سمجھا گیا ہے حالانکہ وہ اپنی تقسیم میں نص قطعی نہیں بلکہ عموم و خصوص دونوں کے لئے آتا ہے۔ (خزائن السنن ص ۳۷۳) اور اسی طرح اس مسئلہ کو احسن الکلام ص ۴۴۲ میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور احکام عامہ سے امور خاصہ ثابت کرنے کی بحث کے دوران قرآن و حدیث و اقوال سلف سے اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں جس کی جانب جناب مفتی صاحب موصوف نے بھی اشارہ کیا ہے اور یہی اہل بدعت کا دطیرہ ہے کہ وہ اپنی خواہش اور عقل کو ہر مقام پر داخل دیتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے؟ اس میں کیا گناہ اور عیب ہے؟ اس میں کیا خرابی ہے؟ یہ بھی جائز ہے؟ یہ بھی مستحب ہے اور کار ثواب ہے وغیرہ وغیرہ مگر اس پر انھوں نے مطلقاً غور نہ کیا کہ ایک چیز مطلقاً جائز ہے تو قید لگانے سے شاید وہ جائز نہ ہو دیکھئے قرآن کریم کا پڑھنا کار ثواب ہے مگر بحالت رکوع و سجود پڑھنا ممنوع ہے (مسلم شریف جلد ۱- ۱۹۱) غیر محرم عورت سے نکاح تو جائز ہے مگر اس صورت میں کہ اس کی بہن یا خالہ یا پھوپھی یا بھانجی پہلے سے نکاح میں موجود نہ ہو۔ اپنی بیوی کے ساتھ جماع تو جائز ہے مگر بقید حیض حلال نہیں ہے۔ بکری اور گندم وغیرہ تو حلال ہے مگر بقید چوری حرام ہے کہاں تک اس قاعدہ کو لکھا اور بیان کیا جائے۔ الغرض اہل بدعت کی یہی اصولی غلطی ہے کہ وہ احکام عامہ سے امور خاصہ ثابت کرنے کی

بے جاسعی کرتے ہیں۔ (راہ سنت ص ۱۳۵) مفتی صاحب موصوف نے کلمات عامہ سے عموم کے قاعدہ اور احکام عامہ سے امور خاصہ کو ثابت کرنے کے قاعدہ میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہی اولاً و ثانیاً کہہ کر اعتراضات کئے ہیں حالانکہ یہ ان کی اپنی جہالت کا نتیجہ ہے۔

مضمون آیت کو احکام شرعیہ میں منحصر کرنے پر اعتراض:-

مفتی صاحب اعتراض کے انداز میں لکھتے ہیں پھر اس صورت میں مضمون آیت کو احکام شرعیہ میں منحصر کر دینا بھی غلط ہوگا۔ پھر آگے لکھتے ہیں اور حق یہ ہے کہ اس کا مضمون دونوں (تکوینی و تشریحی) کو شامل ہے چنانچہ اس کا سیاق و سباق اس کے امور تکوینیہ سے متعلق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس میں بنیادی طور پر مال فنی کے دینے نہ دینے کا ذکر ہے جو امر دینی ہے۔ (مصابح جلد ۱- ص ۶۷-۶۸)

الجواب :- اگر غنیمت کے مال کی تقسیم کا لحاظ مراد ہو تو آیت کا مفہوم اسی میں بند ہوگا۔ دیگر امور تکوینیہ مراد نہیں ہونگے اور اگر احکام شرعیہ مراد لئے جائیں تو وہ سب احکام کو شامل ہوگا اس لئے کہ رسول احکام شرعیہ کے لئے ہی مبعوث ہوتا ہے اور علم کلام میں رسول کی تعریف یہ کی گئی ہے "وَالرَّسُولُ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيغِ الْأَحْكَامِ" (شرح عقائد ص ۱۸) اور رسول اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب احکام پہنچانے کے لئے بھیجتا ہے۔ اور اسی کو مفتی صاحب موصوف کے صدر الافاضل مراد آبادی صاحب نے تفسیری حاشیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ غنیمت میں سے کیونکہ وہ تمہارے لئے حلال ہے یا یہ معنی

ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو حکم دیں اس کا اتباع کرو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے۔ (ترجمہ اعلیٰ حضرت ص ۸۷۲) اس عبارت سے واضح ہے کہ اگر احکام مراد نہ لئے جائیں تو مَا اَتَاكُمْ سے مراد غنیمت کا مال ہے اور اگر احکام مراد ہیں تو سب مراد ہیں۔ اور درمیان میں یا کولا کر مفتی صاحب موصوف کے صدر الافاضل نے واضح کر دیا کہ بیک وقت دونوں مراد نہیں ہیں بلکہ یا غنیمت کی تقسیم مراد ہے یا احکام مراد ہوں گے۔

مسئلہ کی اصل متعین کرنے کا اعتراض: مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں رابعاً علاوہ ازیں لکھڑوی صاحب نے آیت ہذا کے مذکورہ الفاظ کے عمومی مفہوم کو پیش نظر رکھ کر انہیں بعض معمولات اہل سنت کے خلاف دلیل شرعی کے طور پر پیش کیا ہے۔ جب کہ وہ خود کہتے ہیں کہ کسی مسئلہ کی اصل کا متعین کرنا مجتہد کا کام ہے (ملاحظہ ہو راہ سنت باب اول مستفاضاً) اور یہ بھی حقیقت واقعہ ہے کہ موصوف مجتہد تو کجا ابھی پوری طرح (صحیح طور سے) مقلد بھی نہیں۔ (مصباح - جلد ۱ - صفحہ ۶۸-۶۹)

الجواب: مفتی صاحب موصوف کو حضرت لکھڑوی صاحب دام مجد ہم پر بے جا غصہ جھاڑنے سے پہلے اس مسئلہ کی تحقیق کر لینی چاہئے تھی یا پھر تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر بغور راہ سنت کا مطالعہ کر لینا چاہیے تھا۔ ہم پہلے ٹائیکل پیپر پر تیسرے اعتراض کے جواب میں بیان کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس آیت کو سنت سے ثابت شدہ حکم کی دلیل کے

طور پر پیش کیا کہ جو حکم سنت سے ثابت ہے وہ مَا اَتَاكُمُ الرَّسُولُ میں داخل ہے۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اصل متعین کر دیا تو مفتی صاحب کو ان سے بڑا اور کونسا مجتہد چاہیے جب کہ مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ فقہ حنفی کے اکثر مسائل کا مدار ہی حضرت ابن مسعودؓ کی فقہ پر ہے تو جب ان سے اصل متعین ثابت ہو گیا تو یہ اعتراض مفتی صاحب موصوف کی کم فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

آیت مائدہ سے استدلال پر پہلا اعتراض:-

مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ راہ سنت کے ٹائیکل پیج پر جو آیت مائدہ ”لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جَا“ لکھی ہے اس کا موضوع کتاب سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ منکم میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں اس لئے اس کو سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحبہ کے لئے خاص کر کے پیش کرنا چہ معنی؟

الجواب:- مفتی صاحب موصوف نے اگر اس سے متعلق تفاسیر کا مطالعہ کیا ہوتا تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اس آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں ”جیسیٰ بہ لحمل اهل الكتاب من معاصريه صلی اللہ علیہ وسلم الا نقياد لحكمه عليه الصلوٰۃ والسلام بما انزل الله تعالى اليه من الحق ببيان انه هو الذي كلفوا العمل به دون غيره مما في كتبهم۔ (روح المعانی جلد

(۶ ص ۱۵۲)

آیت کے اس حصہ کو اس لئے لایا گیا ہے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ کو آپ ﷺ کے حکم جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر حق اتارا ہے اس کی تابعداری پر آمادہ کیا جائے یہ واضح کر کے کہ ان کو اس کے مطابق عمل کا مکلف بنایا گیا ہے اس کا نہیں مکلف بنایا گیا جو ان کی کتابوں میں ہے۔

اور اسی کے مطابق حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے جس کو جناب مفتی صاحب موصوف سمجھ ہی نہیں سکے حضرت تھانویؒ کی عبارت یوں ہے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے (اس سے قبل) ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی (مثلاً یہود کی شریعت و طریقت توراۃ تھی اور نصاریٰ کی شریعت اور طریقت انجیل تھی پھر اگر امت محمدیہ کے لئے شریعت و طریقت قرآن مقرر کیا گیا ہے جس کا حق ہونا بھی دلائل سے ہے تو وجہ انکار کیا ہے (بیان القرآن جلد ۳ ص ۳۶-۳۷)۔

پھر مفتی صاحب نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کی کتابیں اور ان کی شریعت و طریقت تو منسوخ ہو گئی تھی اور ان کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہی تو اب ان کو حضور علیہ السلام کی شریعت کے ساتھ ملا کر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور یہ طعن دینا کہ اسے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحبہ کیلئے خاص کر کے پیش کرنا چہ معنی؟ اور یہ کہنا کہ المنہاج الواضح کا یہ معنی ہوا کہ اے یہود و نصاریٰ اور مومنو تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور منہاج بنائی جو المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ہے جس کا واضح مطالب

یہ بنے گا کہ گکھڑوی صاحب کی دیوبندی امت کے علاوہ جو چیز یہود و نصاری کے مذہبی سلیبس کے طور پر تھی وہ گکھڑوی صاحب کی یہی کتاب تھی۔ تو یہ مفتی صاحب موصوف کی نری جہالت اور کم فہمی کی دلیل ہے۔

دوسرا اعتراض :- مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ اس سے قطع نظر وہ شریعت اسلامیہ کی حقانیت کے بیان پر مشتمل ہیں جس کا بدعت کی بحث سے کوئی واسطہ نہیں۔ بالفاظ دیگر شریعت کا اطلاق احکام (ما مورات و منہیات) پر ہوتا ہے جب کہ خود گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ بدعت منہیات سے ایک علیحدہ امر ہے ان کے الفاظ ہیں بدعت اور احداث نہی سے الگ چیز ہے۔ (مصباح جلد اول ص ۶۹)

الجواب :- یہاں بھی مفتی صاحب موصوف کو مغالطہ ہوا ہے کہ وہ حضرت گکھڑوی صاحب کی عبارت کو یا تو سمجھ ہی نہیں سکے یا پھر جان بوجھ کر تلبیس سے کام لے رہے ہیں۔ بدعات ساری کی ساری منہیات میں شامل ہیں اسی لئے تو دلائل سے بدعات کی تردید کی گئی ہے باقی حضرت نے جو یہ فرمایا کہ بدعت اور احداث نہی سے الگ چیز ہے تو اس عبارت کا مفہوم اگلی سطر میں موجود تھا جس کی جانب مفتی صاحب موصوف نے توجہ ہی نہیں کی چنانچہ حضرت فرماتے ہیں اگر احداث اور بدعت کی یہ تعریف ہے کہ اس پر نہی موجود ہو تو پھر اس کی دو قسمیں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کیسے بنائی گئی؟ (راہ سنت ص ۹۱-۹۲) اور اس سے پہلے بھی حضرت نے اسی کو بیان کیا کہ اہل بدعت جو یہ کہتے ہیں کہ بدعت وہ ہوگی جس پر نہی موجود ہو تو یہ ان کی اصولی

غلطی اور جہالت کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اس لئے مفتی صاحب موصوف اس عبارت سے بدعت کو منہیات سے جو خارج کر رہے ہیں وہ درست نہیں ہے بلکہ اس کی مراد واضح ہے کہ ہر بدعتی کام پر حضور علیہ السلام کی جانب سے واضح نہی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد مفتی صاحب موصوف نے ہوائی دنیا میں سیر کرتے ہوئے اولاً

ثانیاً و ثالثاً سے جو کچھ کہا ہے ان تمام کی حقیقت ہمارے اس جواب کی روشنی میں واضح ہو جاتی ہے۔

حدیث کے معنی میں تحریف یا مفتی صاحب موصوف کی جہالت :-

مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ لکھڑوی صاحب نے ”من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد“ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے جس نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی چیز گھڑی تو وہ مردود ہوگی۔ اس میں موصوف ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اس کے الفاظ مالیس منہ کا ترجمہ صاف اڑا گئے ہیں جو اس کے لئے جان کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کو ملا کر حدیث کا معنی یہ ہوتا ہے کہ جس نے ہمارے اس معاملہ یعنی دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے یعنی دین سے نہ ہو تو وہ مردود ہوگی۔ دونوں میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ جو فرق ہے قطعاً محتاج بیان نہیں۔

(مصابح جلد ۱۔ ص ۷۱)

کاش مفتی صاحب موصوف کسی مڈل کلاس کے طالب علم سے ہی پوچھ لیتے کہ گھڑنے کا معنی کیا ہے تو وہ بھی ان کو لغات سے دیکھ کر بتا دیتا کہ گھڑنے کا معنی ہے جھوٹی بات بنانا (فیروز اللغات اردو ص ۱۱۲۸) جب گھڑنے کا معنی جھوٹی بات بنانا ہے تو اس لحاظ

سے حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جس نے ہمارے اس معاملہ میں جھوٹی چیز بنائی تو وہ مردود ہوگی اور جھوٹی چیز وہی ہوتی ہے جو اس میں سے نہ ہو۔ جب مختصر الفاظ میں معنی کی ادائیگی باحسن طریق ہو جاتی ہے تو اس طریق کو اپنایا گیا ہے نہ اس میں کوئی تحریف ہے اور نہ ہی کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش مگر مفتی صاحب موصوف نے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرنا تھا سو کر دیا کہ وہ عربی عبارت سمجھنے کی صلاحیت کیا رکھتے جب کہ وہ اردو عبارت سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں۔

کذب بیانی کی انتہاء :- مفتی صاحب موصوف جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس طبقہ کا وطر یہ رہا ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ نظر ہی نہ آ سکے۔

جھوٹ رچا ہے اس قدر رگ و پے میں محسن کہ چہرہ اب مسخ نظر آتا ہے سچائی کا مفتی صاحب موصوف ورثہ میں ملے ہوئے اپنے اس انداز کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کے خلاف چلنے والی تحریک میں جب مرزا قادیانی کے جانشین سے بحث و مباحثہ ہو رہا تھا تو مرزائیوں کے وکیل نے نانوتوی صاحب کی عبارت جب پیش کی تو علماء اہلسنت نے گرج کر فرمایا تھا کہ ہمارے نزدیک قادیانی نانوتوی دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور اس کی وضاحت میں حسام الحرمین کو پیش کیا۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۷۶)

قارئین کرام :- یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ختم نبوت تحریک کی قیادت علماء دیوبند کے پاس تھی۔ عمدۃ الحمد ثین حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اس کے سربراہ تھے اور مولانا بنوریؒ وہ غیرت مند عالم تھے جنہوں نے ایوب خان کے دور میں

عالمی قوانین کو صحیح قرار دینے کے لئے جب باہر سے علماء اور مفتی منگوائے گئے تھے تو ایک محفل میں اس وقت کے وزیر شہاب الدین نے قرآن کریم کی آیت ”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس میں علماء سے مراد سیاستدان ہیں تو مولانا بنوریؒ نے بلا خوف و جھجک اپنی نشست سے اٹھ کر اس وزیر کو پھڑپھڑا کر پھر شہاب الدین مردہ باد کے نعرے اس محفل میں لگے جس کو اخبارات نے بھی تفصیل سے لکھا تھا۔ حضرت مولانا بنوریؒ کی قیادت میں چلنے والی اس تحریک میں ملک بھر کے مسلمان شریک تھے اور ہر اول دستہ کے طور پر قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث صاحبؒ ہزارویؒ، مجاہد عظیم حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ اور محدث اعظم حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک جیسی قد آور شخصیات تھیں۔ ان کی موجودگی میں کسی کا قادیانی اور نانوتوی کو برابر کہنا اور ان حضرات کے خاموش رہنے کا دعویٰ انتہائی مضحکہ خیز اور مدعی کے ماتھے پر جھوٹ کا جھومر ثابت کرتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ تو قادیانی کو اپنے دفاع کے لئے موقع فراہم کرنا تھا کہ تم نانوتوی اور اس کے پیروکاروں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی ضد کرو تا کہ تم غیر مسلمان قرار دیے جانے سے بچ جاؤ اور یہ قادیانیوں کی کھلم کھلا حمایت اور قادیانیت نوازی کی حد ہوتی۔ اور ان کے غیر مسلم ہونے کے مطالبہ میں رکاوٹ ڈالنے کی سازش ہوئی اور اگر کسی نے ایسا کہا ہوتا تو قادیانی کا جانشین ضرور اس کو ایشو بناتا مگر ایسی کوئی صورت حال نہیں ہوئی۔ پھر جب قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تو ان کے وہ علماء اہلسنت جنہوں

نے بقول مفتی صاحب موصوف یہ کہا تھا کہ ہمارے نزدیک قادیانی اور نانوتوی برابر ہیں تو انھوں نے صرف قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے پر دستخط کیوں لئے اس مطالبہ میں نانوتوی اور اس کے پیروکاروں کو شامل کیوں نہیں کیا تھا۔ کیا انھوں نے بے غیرتی اور مہانت کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ تمام اس بات کے دلائل ہیں کہ ایسا کوئی واقعہ اسمبلی میں نہیں ہوا بلکہ مفتی صاحب موصوف نے کذب بیانی کی حد کر دی ہے۔ اور اسی جھوٹ کے سہارے ہی ان کے مسلک کی عمارت قائم ہے۔

پرانارنڈی رونا:-

اہل بدعت جہاں اہل حق کے مقابلہ میں اپنے شرکیہ اور بدعیہ نظریات ثابت کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں تو وہاں وہی پرانارنڈی رونا روتے ہیں کہ ہمارا اصل اختلاف اکابر دیوبند کی بعض عبارات کے بارہ میں ہے۔ حالانکہ اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ دیوبندی اور بریلوی اختلاف اصل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب، مختار کل، حاضر و ناظر اور مافوق الاسباب مدد کے لئے پکارنے اور بدعات کو رواج دینے جیسے عقائد میں ہے۔ عبارات کو تو ان لوگوں نے محض اپنے بچاؤ کیلئے ڈھال کے طور پر اور عوام الناس میں غلط پروپیگنڈہ کے طور پر استعمال کیا اور کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ کسی کی عبارت پر فتویٰ عقلاً و شرعاً اور فقہاء کرام کے اصول کے مطابق اس صورت میں لگ سکتا ہے جب کہ عبارت اپنے کفریہ مفہوم میں صریح اور واضح ہو اور اس میں اس کے صحیح ہونے کا کوئی احتمال نہ ہو اور پھر قائل کی مراد کا بھی دخل ہوتا ہے کہ اس عبارت سے قائل کی مراد کیا ہے۔ جن حضرات کی عبارات کا خود ساختہ اور غلط

مفہوم لے کر خان صاحب بریلوی اور ان کے پیروکاروں نے فتوے لگائے ہیں ان میں سے جو زندہ تھے انھوں نے خود برملا اس مفہوم کا انکار کیا جو مفہوم ان کی جانب منسوب کر کے فتوے لگائے گئے تھے اس کے باوجود ان عبارات کی وجہ سے ان حضرات پر فتوے لگانا نہ صرف ظالمانہ انداز ہے بلکہ شرعی اور اخلاقی اقدار کو بھی پامال کرنا ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے اپنی اس کتاب کے ص ۷۶۔ سے آگے یہی پرانا رنڈی رونا رو دیا ہے اور بعض ایسی عبارات پیش کی ہیں جن کی وضاحت اور مخالفین کو ان کے جوابات پہلے ہی دفعہ دیئے جا چکے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کی عبارات :- مفتی صاحب موصوف نے ص ۷۷۔ میں حضرت نانوتویؒ کی تین عبارات پیش کی ہیں جن کو خلاط ملط کر کے ان کے اعلیٰ حضرت نے یہ ثابت کیا تھا کہ حضرت نانوتویؒ نے حضور علیہ السلام کی ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال قرار دیا ہے اور پھر یہ کہا کہ بالفرض حضور علیہ السلام کے زمانہ یا بعد میں بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو حضور علیہ السلام کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہی اعتراض اپنے اعلیٰ حضرت کی اقتداء میں مفتی صاحب موصوف نے بھی کیا ہے۔

الجواب :- ان عبارات کی وضاحت حضرت گلکھڑوی صاحب دام مجدہم نے اپنی کتابوں بانی دارالعلوم دیوبند اور عبارات اکابر میں اور حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ نے فیصلہ کن مناظرہ میں اور ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ نے اپنے رسائل میں اور حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب سابق مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے حاشیہ تحذیر الناس مطبوعہ ادارہ العزیز کھوکھر کی گوجرانوالہ

میں اور بعض دیگر حضرات نے اپنی کتابوں میں کردی ہے اور ان عبارات کے بارہ میں بریلوی مکتب فکر کے مفسر قرآن حضرت مولانا پیر کرم شاہ الازہری نے بھی واضح کیا کہ یہ عبارات کفریہ نہیں ہیں۔ اور ان کے خط کا عکس تحذیر الناس مطبوعہ ادارہ العزیز کھوکھر کی گوجرانوالہ کے ص ۳۰-۳۱ میں شائع کیا گیا ہے۔

اس لئے قارئین کرام میں سے جو ان عبارات کی تفصیل دیکھنا چاہے وہ ان کتابوں کی طرف مراجعت کرے جن کے ہم نے حوالے دیئے ہیں۔ ہم یہاں صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مفتی صاحب موصوف اور ان کے طبقہ پر حیرانگی ہے کہ جب حضرت نانوتویؒ نے خود وضاحت فرمادی ہے اور اس مفہوم کا انکار کیا ہے جو ان کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو پھر شرعی حیثیت سے ان کے فتویٰ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے خود مناظرہ عجیبہ ص ۹ میں فرمایا مولانا حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور ص ۵۶ میں فرمایا مولانا خاتمیت زمانی اپنا دین ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ اور ص ۱۴۴ میں فرمایا کہ اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تاویل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ ان واضح عبارات کے باوجود پھر بھی حضرت نانوتویؒ کی مختلف عبارات کو خلط ملط کر کے خود ساختہ مفہوم لے کر ان پر فتویٰ صادر کرنا یقیناً کسی امر شرعی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی غرض کچھ اور ہی نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی عبارت :-

حضرت سہارنپوریؒ پر خان صاحب بریلوی بہتان باندھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے لکھا ہے کہ ملک الموت اور شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔

(نعوذ باللہ) اور اسی کو مفتی صاحب موصوف نے ص ۷۷-۷۸ میں لکھا ہے۔

الجواب :- اس عبارت کی وضاحت بھی پہلے ذکر کی گئی کتابوں میں کئی بار ہو چکی

ہے اور حضرت سہارنپوریؒ نے خود المہند علی المہندؒ میں اپنی جانب منسوب اس نظریہ کی

تردید کی ہے بلکہ اسی بارہ میں حضرت سہارنپوریؒ سے سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب

دیا ”الجواب ومنہ الوصول الی الصواب“۔ مولوی احمد رضا خان

صاحب بریلوی نے جو بندہ پر الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اور

میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی

مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے (بحوالہ الختم علی

لسان الخصم ص ۹۔ مصنفہ ابن شیر خدا مولانا مرتضیٰ حسنؒ چاند پوری۔ اس کے باوجود

ان کی جانب غلط نسب کر کے فتویٰ لگانا بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن کا مصداق ہی ہو

سکتا ہے۔

حضرت تھانویؒ کی عبارت :- خان صاحب بریلوی نے حضرت تھانویؒ

کی جانب منسوب کیا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو بے قدر بلکہ

ذلیل چیزوں کے علم سے تشبیہ دے کر آپ کی شان میں شدید توہمین کی ہے۔ اور اسی کو

مفتی صاحب موصوف نے ص ۷۸ میں پیش کیا ہے۔

الجواب :- حضرت تھانویؒ کی عبارات کی وضاحت بھی عبارات اکابر اور فیصلہ

کن مناظرہ جیسی کتابوں میں دیکھیں۔ ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کی جانب جس مفہوم کو منسوب کر کے خان صاحب اور ان کے پیروکار حضرت تھانویؒ پر فتویٰ لگاتے ہیں اس مفہوم کی حضرت نے بسط البیان میں سختی کیساتھ تردید فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے اور مزید لکھا ہے کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اور پھر آخر میں لکھا ہے کہ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ اور قول ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ ہونے کے باب میں یہ ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور لقب بسط البیان لکف اللسان عن کاتب حفظ

الایمان سے ملقب کرتا ہوں والسلام علی من اتبع الهدی“ کتبہ اشرف علی (بحوالہ الختم علی لسان الخصم ص ۱۱)

قارئین کرام جن حضرات کی عبارات پیش کر کے ان پر فتوے صادر کئے گئے

ہیں ان کی اپنی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمائیں اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ان فتوؤں کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ اور جس قریبی انداز میں علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف فتوے لے کر حسام الحرمین لکھی گئی اس کی حقیقت المہند علی المہند اور

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی کتاب الشہاب الثاقب میں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی صاحب موصوف کی توجہ کے لئے :- مفتی صاحب موصوف

نے تین چار صفحات صرف اس پر سیاہ کئے کہ بریلوی شاہ اسماعیل شہید اور علماء دیوبند کو کافر کہنے میں مجبور ہیں اس لئے کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ پر ذرا غور کر کے مفتی صاحب موصوف اپنے اعلیٰ حضرت کے بارہ میں بھی کچھ لب کشائی فرمائیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا ہمیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا

ہے (حسام الحرمین ص ۴۳، بحوالہ عبارات اکابر ص ۱۰۶ و تمہید ص ۴۳ بحوالہ

احمدی التسعة والتسعين على الواحد من الثلاثين ص ۶ مصنفہ ابن شیر مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری) اس میں مفتی صاحب موصوف کے اعلیٰ حضرت نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پر نہ صرف کفر کا حکم نہ لگانے کا لکھا بلکہ ان کو اہل لا الہ الا اللہ میں بھی شمار کیا ہے۔

مفتی صاحب موصوف کا اپنے اکابر کی خدمات کو سراہنا :-

مفتی صاحب موصوف نے پاکستان کے بنائے جانے میں اپنے بعض اکابر کی خدمات کو سراہا ہے مگر مفتی صاحب موصوف اور ان کا طبقہ جتنا زور لگالے جو بات مقدر اور حقیقت ہوتی ہے اس کو لاکھ دفعہ چھپانے سے بھی چھپایا نہیں جاسکتا ہے یہ علماء دیوبند

کی خدمت کا اعتراف ہی تھا کہ پاکستان بن جانے کے وقت مغربی پاکستان میں پہلی دفعہ جھنڈا شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اور مشرقی پاکستان میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے لہرایا جو بنیاد پاکستان کی جانب سے ان کی خدمات کو سراہنے اور ان کی عظمت کو تسلیم کرنے کی واضح دلیل ہے۔ پھر مفتی صاحب موصوف تجانب اہل سنت کے حوالہ سے جو باتیں راہ سنت میں نقل کی گئی ہیں ان کی تردید کی جرات تو نہ کر سکے جس کی وجہ سے راہ سنت کے حوالہ جات کے صحیح ہونے پر انہوں نے مہر ثبت کر دی البتہ جان چھڑانے کے لئے لکھ دیا کہ ہمارے علماء نے بھی لگی لپٹی بغیر تجانب اہل السنۃ کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۰۱)

علامہ اقبال مرحوم پر بزور قبضہ :-

مفتی صاحب موصوف نے تقریباً بیس صفحات صرف اس من گھڑت بات پر سیاہ کئے اور بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ علامہ اقبال علماء دیوبند کے دشمن اور بریلوی مسلک کے حامل تھے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۹۵۔ تا ص ۱۱۵)

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ علامہ اقبال مرحوم نے ملک و ملت کی بے پناہ خدمت کی ہے اور اسلامی فلسفہ کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ ایسی ہستی نہیں کہ انکے ساتھ وابستگی کو دین کا حصہ بنا لیا جائے۔ ان کی خدمات کو سراہنے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ مگر مفتی صاحب موصوف کو بزور ان پر قبضہ کر کے ان کو اپنا ہمنوا بنانے کی ناکام کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے۔ مفتی صاحب موصوف نے کوئی ایک واضح اور صریح عبارت بھی ایسی پیش نہیں کی جس سے علامہ اقبال مرحوم کا

بریلوی مسلک میں سے ہونا ثابت ہوتا ہو ان کی عبارت کا خود ساختہ مفہوم لے کر ان کو ہمنوا بنانا انتہائی بھونڈی کوشش ہے ان کی واضح اور صریح عبارات اس کی تردید کرتی ہیں۔ بریلوی طبقہ کا شاہ اسماعیل شہید کے بارہ میں جو نظریہ ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں جب کہ اقبال مرحوم حضرت شاہ اسماعیل کو شہید اور ان کی تحریک کو بنظر تحسین دیکھتے تھے (تفصیل کے لئے دیکھیں اقبال کا ذہنی ارتقاء ص ۶۸ از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ مقالات اقبال ص ۱۷۸) اور اقبال مرحوم حضرت تھانوی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ میں مثنوی مولانا روم کی سلسلہ میں مولانا اشرف علی تھانوی کا مقلد ہوں (مقالات ص ۱۸۰) اور حضرت مولانا سید احمد حسین احمد مدنی سے علامہ اقبال کا وقتی طور پر اختلاف ہوا مگر بعد میں علامہ نے اصلاح کر لی اور حضرت مدنی کے بارہ میں فرماتے ہیں مولانا سید حسین احمد مدنی کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔ (اقبال کا ذہنی ارتقاء ص ۲۰۵)

اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے بارہ میں علامہ اقبال کے تاثرات یوں ہیں کہ اسلام کی ادھر پانچ سو سالہ تاریخ میں مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (بحوالہ بیس بڑے مسلمان ص ۳۷۵)

اور دیوبند سے تعلق رکھنے والے علماء کے بارہ میں علامہ اقبال اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں۔ ارباب دیوبند ہوں یا علماء کی کوئی اور جماعت میرے دل میں ان کے جذبہ آزادی، ان کی انگریز دشمنی اور دین کے لئے غیرت و حمیت کی بڑی قدر ہے (اقبال کے حضور ص ۲۹۱) اور دیوبندی مسلک کے بارہ میں جب علامہ مرحوم سے پوچھا گیا کہ دیوبندی کیا کوئی نیا مذہب ہے فرمایا نہیں ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی

ہے۔ مسلک علماء دیوبند ص ۷۸ از مولانا قاری محمد طیب صاحب)

یہ حوالہ جات اظہار العیب سے نقل کئے گئے ہیں اس بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے والے حضرات اظہار العیب کا مطالعہ فرمائیں۔

علامہ اقبال مرحوم کے ایسے نظریات کی موجودگی میں مفتی صاحب موصوف کا علامہ مرحوم پر قبضہ کرنا ان کے قبضہ گروپ میں سے ہونے کی واضح دلیل ہے۔

مفتی صاحب موصوف کی چالاکی :- مفتی صاحب موصوف نے

علامہ اقبال پر بزور قبضہ میں دلی طور پر ناکامی محسوس کرتے ہوئے اس بحث کے آخر میں یوں عنوان قائم کیا کہ علامہ اقبال پر دیوبندی فتوے مگر وہ ایک حوالہ یا ایک عبارت بھی ایسی پیش نہیں کر سکے جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو جس کو قارئین کرام میں سے ہر ایک سر کی آنکھوں سے دیکھ اور پڑھ سکتا ہے اور پھر مفتی صاحب موصوف نے قائد اعظم پر دیوبندی فتوے کا عنوان قائم کر کے آخر میں لکھا کہ مظہر علی اظہر نے قائد اعظم کو کافر کہا تھا مگر مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ مظہر علی اظہر احراری ضرور تھے مگر دیوبندی نہیں تھے بلکہ وہ توشیحہ تھے اس لئے ان کے فتوے کو دیوبندی فتوے کے تحت دلیل کے طور پر لانا بددیانتی کی حد ہے۔

مفتی صاحب موصوف کا چیلنج اور اس کا جواب :-

مفتی صاحب موصوف چیلنج کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں ہمارا لکھڑوی صاحب کو ان کی تمام ذریت سمیت یہ کھلا چیلنج ہے کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور ان میں ذرہ

بھر بھی جرأت و صداقت ہے تو سو پچاس نہیں دس بیس بھی نہیں اپنے حسب دعویٰ صرف اور صرف کوئی ایک ہی مثال (مطلوبہ معیاری ثبوت سے) پیش کرتے ہوئے کوئی سے ایک ہی ایسے عالم یا لیڈر کی نشاندہی کریں جیسے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلا وجہ شرعی کافر و مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہو۔ لیکن ہم بڑے ہی وثوق سے پیشگی عرض کئے دیتے ہیں۔

نہ خنجر اٹھے گانہ شمشیر ان سے یہ ملا میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

(مصباح جلد ۱۔ ص ۱۲۲)

ہم اس کے جواب میں مفتی صاحب موصوف کو علی الاعلان اور برملا کہتے ہیں کہ قائل کی مراد کے خلاف جب کہ اس کی جانب منسوب مفہوم کا قائل سختی سے انکار کرتا ہو کسی شرعی اصول کی نشاندہی کر سکتے ہیں اور کسی عالم فقیہ سے وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ پھر بھی اس قائل پر مفتی فتویٰ صادر کرے جیسا کہ خان صاحب بریلوی نے حضرت نانوتویؒ۔ حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت تھانویؒ وغیرہ کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اور پھر مفتی صاحب موصوف کو ہم اس بات کی وضاحت کی بھی گزارش کریں گے کہ اگر شاہ اسماعیل شہید کافر ہیں تو جب آپ کے اعلیٰ حضرت نے ان کی تکفیر سے کف لسان کیا تو ان کا کیا حکم ہے؟

اور علامہ اقبال نے ان کو شہید اور رحمۃ اللہ علیہ کہا ہے تو ان کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

بینوا و تو حروا۔

مقالات کاظمی سے حوالہ :- مفتی صاحب موصوف نے علامہ سعید احمد کاظمی

کا حوالہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے لکھا ہے کہ خصوصاً اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز تو مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط واقع ہوئے تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے بکثرت اقوال کفریہ نقل کرنے کے باوجود لزوم والتزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھنے یا امام الطائفہ کی تو یہ مشہور ہونے کے باعث ازراہ احتیاط مولوی اسماعیل صاحب کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔ پھر آگے لکھتے ہیں مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرے گا تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے۔ (مصباح جلد ۱- ص ۱۲۲)

الجواب :- یہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور والا معاملہ ہے ورنہ دنیا جانتی ہے کہ بریلوی طائفہ کے اعلیٰ حضرت نے خود بھی اور ان کی ذریت نے بھی اس احتیاط کا کچھ خیال نہیں رکھا بلکہ پورا زور شاہ شہید کی تکفیر پر صرف کیا جاتا ہے اور پھر جو حضرات اپنی عبارات کی وضاحت کر چکے ہیں اور اپنی جانب کفریہ مفہوم کی نسبت کو رد کر چکے ہیں انھوں نے نہ تو التزام کفر کیا ہے اور نہ ہی انھوں نے کفریہ مفہوم کا قول کیا ہے اس کے باوجود ان پر کفر کے فتویٰ کیوں لگائے گئے اور کیوں لگائے جا رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی طبقہ نے کفر کے فتویٰ میں اس قدر غیر محتاط انداز اختیار کیا کہ ظفر علی خان جیسے آدمی کو بھی کہنا پڑا۔

مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند ہے وہ کافر جس کو ہوان سے ذرا بھی اختلاف اور کبھی کسی کو یوں کہنا پڑا

بریلی کے فتووں کا سستا ہے بھاؤ کہہ سکتے ہیں کوڑی کے اب تین تین
 خدانے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی **وَأَمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ**
 اور کبھی کسی نے اس دور کا نقشہ یوں کھینچا۔

کس نے ٹکڑے جسد ملت بیضا کے کئے اس میں اسماء بزرگان عظام آتے ہیں۔

مفتی صاحب موصوف کی غلط بیانی: مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں

کہ لکھڑوی صاحب کا عقیدہ تو یہ ہے کہ نہیں کوئی نفع کا مالک مگر اللہ۔ نیز مخلوق کے
 لئے یہ عقیدہ رکھنا ان کے نزدیک خالص شرک اکبر ہے جیسے ان کی کتب دل کا سرور
 نیز گلدستہ تو حید وغیرہما سے ظاہر ہے لیکن پیش نظر عبارت میں وہ یہ کہہ کر حملہ آوروں کو
 موقع پر گرفتار کر لیا گیا جس سے دیوبندی امام کی جان بچ گئی۔ پولیس کو مشکل کشا،
 حاجت روا اور بچانے والا مانا ہے مگر ان کی تو حید کی ہانڈی میں کوئی ابال نہ آیا۔
 (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۳۱)

الجواب: یہ مفتی صاحب موصوف کا حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم کی
 جانب سے خالص بہتان ہے اور ان کے عقیدہ کی غلط ترجمانی ہے اس لئے کہ ان کی کتابوں
 میں جو عقیدہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مافوق الاسباب کسی کو نفع اور ضرر سمجھنا یہ
 شرک ہے۔ باقی رہا اسباب کے تحت کسی سے استعانت اور اسباب کے درجہ میں ایک
 دوسرے کی مدد یا ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانا یا کسی سے فائدہ لینا تو نہ اس کو کسی نے
 شرک کہا ہے اور نہ ہی یہ حضرت لکھڑوی صاحب دام مجدہم کا عقیدہ ہے یہ صرف مفتی
 صاحب موصوف کی ذہنی اختراع ہے اور من گھڑت نظریہ حضرت لکھڑوی صاحب کی

جانب منسوب کرنا ہے۔

حضرت گلکھڑوی صاحب دام مجدہم کے نظریہ کو واضح کرنے والی گلدستہ توحید کی عبارت پہلے ص ۷۸ پر ہم پیش کر چکے ہیں۔

مفتی صاحب موصوف تعصب کی پٹی اتار کر تاریخ کا مطالعہ کریں :-

مفتی صاحب موصوف انگریز کے خلاف علماء دیوبند کے جہاد میں حصہ لینے کی حقیقت کا انکار کرتے ہوئے دغادی مذکورہ کے جھوٹ ہونے کی دلیل کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔ اگر ذرہ بھر بھی صداقت اور جرأت ہے تو ثابت کریں کہ اکابر دیوبند میں سے کسی دیوبندی عقائد والے مولوی صاحب نے اپنی جان انگریز کے خلاف جہاد میں پیش کی؟ (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۳۴)

ہماری مفتی صاحب موصوف سے گزارش ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر انصاف پسند دل سے تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان کو ضرور نظر آئے گا کہ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسے بانیان دارالعلوم دیوبند اپنے رفقاء سمیت بذات خود شریک ہیں۔ اور شاملی کے میدان میں حافظ ضامن شہید ہوئے۔ اس کے لئے مزید تفصیل بیس بڑے مسلمان اور اظہار العیب میں دیکھیں۔

مفتی صاحب کی انوکھی دلیل :- مفتی صاحب موصوف کے اعلیٰ حضرت

اور ان کے رفقاء جنہوں نے علماء دیوبند پر فتویٰ صادر کئے تھے ان کی جانب سے صفائی دیتے ہوئے مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ انہوں نے انگریز کی حمایت کرتے

ہوئے ان حضرات پر فتوے نہیں لگائے تھے اس لئے یہ الزام جھوٹا ہے اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ جن کفریہ اور گستاخانہ عبارات کے حوالہ سے علماء اہلسنت خصوصاً اعلیٰ حضرت نے شرعی فیصلہ صادر کرتے ہوئے ان کے قائلین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ان پر فتویٰ لگانے کی بجائے انہیں تحفظ فراہم کرنا ہی انگریز کے حق میں تھا پس اس کام کیلئے انگریز کا انہیں خریدنا کیا معنی؟ (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۳۶)

قارئین کرام مفتی صاحب موصوف کی انوکھی دلیل دیکھیں کہ جو لوگ انگریز کے خلاف لڑ رہے ہیں ان کو تحفظ فراہم کرنا انگریز کے حق میں تھا اسی کو کہتے ہیں کہ جب کسی کی مت ماری جائے تو وہ اسی قسم کی باتیں کرتا ہے۔ انگریز کے خلاف برسر پیکار لوگوں کو عوام الناس میں متنفر کرنا اور ان کی شخصیات کو مجروح کرنا انگریز کی حمایت نہیں تو اور کیا ہے۔

نام کا مغالطہ :- بعض دفعہ آدمی نام کے مغالطے کی وجہ سے آزمائش میں پڑ جاتا ہے آج کے ترقی یافتہ اور سائنسی دور میں بھی ایسا ہو جاتا ہے سسے کی تحریک میں گوجرانوالہ میں جو سیاسی اور مذہبی لیڈر پیش پیش تھے ان میں اصغر خان کی پارٹی کے ظفر ڈار ولد غلام رسول ڈار نو جوان بھی تھے۔ جب لیڈروں کی گرفتاریاں ہوئیں اور ظفر ڈار کو تلاش کرنے لگے۔ تو نام کے مغالطہ میں تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے ظفر ڈار ولد غلام رسول کو گرفتار کر کے پولیس لے گئی اور وہ کئی مہینے جیل کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اسی طرح انگریز کے خلاف جہاد آزادی میں حصہ لینے والے اور انگریز کو مطلوب تو مولانا سید فضل حق صاحب رحمہم پوری تھے مگر نام کے

مغالطہ سے علامہ فضل حق خیر آبادی گرفتار کر لئے گئے اور پھر ان کو جزیرہ انڈ میں بھیج دیا گیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کو بعض منطقی مسائل میں شاہ اسماعیل شہید سے اختلاف تھا اس لئے بریلوی طبقہ ان کو اپنے کھاتہ میں ڈالتے ہوئے عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ ہمارے ہمہنوا علماء گرفتار ہوئے تھے حالانکہ اولاً علامہ فضل حق خیر آبادی کی گرفتاری نام کے مغالطہ کے وجہ سے تھی جس کا ذکر انھوں نے خود کیا تھا کہ فضل حق ایک اور شخص کا نام ہے مجھے اس کی جگہ گرفتار کیا گیا ہے۔ (تحریک دہلی جون ۱۹۶۰ء ص ۱۲، بحوالہ عبارات اکابر ص ۸) و ثانیاً علامہ فضل حق خیر آبادی کو بریلوی کھاتہ میں ڈالنا انتہائی زیادتی ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے یہ بھی لکھا کہ پھانسی کی سزائیں پانے اور انگریز کے لئے درد سر بننے والے وہ سب علماء اہلسنت تھے جن میں علامہ فضل حق خیر آبادی حضرت مولانا رضا علی خان جد امجد اعلیٰ حضرت نیز حضرت مولانا تقی علی خان والد ماجد اعلیٰ حضرت نیز امام نعت گو یاں حضرت مولانا کفایت علی کافی رحمہم اللہ اجمعین کے اسماء گرامی سرفہرست اور قابل ذکر ہیں۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۳۶)

علامہ فضل حق خیر آبادی کے بارہ میں تو ہم نے وضاحت کر دی ہے اور مولانا کفایت علی کافی تو کھلم کھلا مجاہدین کے ساتھ شریک تھے اور ان کو مجاہدین کا ساتھ دینے کے جرم میں ہی پھانسی دی گئی تھی ان کو بھی بریلوی طبقہ میں شامل کرنا زیادتی ہے اس لئے کہ بریلوی طبقہ کا تو کوئی مجاہد جتھہ ہی نہ تھا جس میں ان کو شامل سمجھا جائے باقی جن حضرات کے نام مفتی صاحب موصوف نے ذکر کئے ہیں ان کو انگریز دشمن ثابت کرنا تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ ان کی انگریز وفاداری کے واقعات

تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔

سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید انگریزوں کے مخالف تھے:

مفتی صاحب موصوف نے سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کو انگریزوں کے وفادار ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کا اصل مقصد ہی انگریزوں کے خلاف جہاد تھا مگر سکھوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے پہلے ان سے نمٹ لینا ضروری سمجھا گیا جیسا کہ حضرت سید صاحب کے مکاتیب میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ پردیسی سمندر پار کے رہنے والے دنیا جہاں کے تاجدار اور یہ سودا بیچنے والے سلطنت کے مالک بن گئے ہیں۔ بڑے بڑے امیروں کی امارت اور بڑے بڑے اہل حکومت کی حکومت اور ان کی عزت و حرمت کو انہوں نے خاک میں ملا لیا ہے جو حکومت و سیاست کے مرد میدان تھے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اس لئے مجبوراً چند غریب دے سرو سامان کر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور محض اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے اپنے گھروں نکل آئے۔ (تاریخ مشائخ چشت ص ۳۲۹ بحوالہ اظہار العیب ص ۱۶۱) اور پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ حضرت سید صاحب تقریباً چھ سال تک نواب امیر علی خان کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے اور جب نواب امیر علی نے حضرت سید صاحب کی رائے کے برخلاف انگریزوں سے صلح کر لی تو حضرت سید صاحب اس سے علیحدہ ہو گئے۔ (علماء دیوبند کا شاندار ماضی جلد ۲- ص ۲۳۹)

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ پر انگریز کی حمایت کا بہتان :-

مفتی صاحب موصوف نے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ پر انگریز نوازی کا بہتان باندھا اور حوالہ کے لئے تذکرۃ الرشید کا حوالہ دیا چنانچہ تذکرۃ الرشید کے بارہ میں حضرت گلکھڑوی صاحب دام مجدہم نے جو فرمایا وہ قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ تذکرۃ الرشید کی یہ عبارت حضرت مولانا گنگوہیؒ کی نہیں بلکہ یہ مولف تذکرۃ الرشید کی اپنی ہے اور یہ ان کا ذاتی نظریہ اور عندیہ ہے جو برطانیہ کے وفادار اور خیر خواہ تھے ان کے اپنے نظریہ سے ثابت کرنا کہ حضرت گنگوہیؒ نے انگریز کے خلاف جہاد نہیں کیا یا اس کی مخالفت نہیں کی قطعاً باطل ہے جب کہ تذکرۃ الرشید میں یہ حوالے بھی موجود ہیں۔ پھر آگے وہ حوالے ذکر کئے جن میں حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے گرفتاری وغیرہ کے حالات کا ذکر ہے۔ (ملاحظہ ہوا ظہار العیب ص ۱۰۳)

مکالمۃ الصدرین کی اصل حقیقت :- مفتی صاحب موصوف اور ان کا

طبقہ مکالمۃ الصدرین کے حوالے سے بعض باتیں عوام الناس میں پھیلاتا ہے کہ دیوبندی انگریز کے وفادار تھے حالانکہ مکالمۃ الصدرین تو کوئی معتبر رسالہ ہی نہیں اس لئے کہ اس میں حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی جانب منسوب ایک دوسرے کے بارہ میں باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ ان دونوں حضرات نے ان باتوں سے لا تعلقی کا برملا اظہار کر دیا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے کشف حقیقت میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ اور پھر مکالمۃ الصدرین ایسے شخص کی تحریر ہے جو گنگوہیؒ کے

دوران موجود نہ تھا اور نہ ہی اس تحریر پر حضرت مدنی^۲ اور حضرت عثمانی^۲ کے دستخط ہیں اس لئے اس تحریر کے حوالہ سے الزامات کوئی معنی نہیں رکھتے۔ تفصیل کے لئے اظہار العیب کا مطالعہ فرمائیں۔

تلبیس و کذب بیانی کس کی؟ حضرت والد صاحب دام مجدہم نے لکھا

ہے کہ خان صاحب بریلوی نے ایک رسالہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام لکھا (اور اس میں ہندوستان کو دارالسلام قرار دیا۔) اسکے بارہ میں مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے از خود نہیں لکھا جیسا کہ گکھڑوی صاحب نے یہ تاثر دیتے ہوئے لکھا ہے اعلام الاعلام۔۔۔۔۔ نامی ایک کتاب لکھ کر اٹخ بلکہ یہ ایک استفتاء کا جواب ہے۔ اور اس سے پہلے مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ گکھڑوی صاحب کا یہ بیان الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے کا آئینہ دار اور بذات خود مغالطہ قرینی دھوکہ دہی و تلبیس بلکہ کذب بیانی ہے (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۵۳ و ۱۵۴) مگر مفتی صاحب موصوف جس کو تلبیس یا جس کو گکھڑوی صاحب کا تاثر قرار دے چکے ہیں اس حقیقت کا زیادہ دیر تک انکار نہ کر سکے بلکہ (تحذیر الاخوان عن الربوانی الہندوستان کا تذکرہ کرتے ہوئے) اپنی قلم سے ہی لکھا جو فی الوقت الرائیں پبلشرز ملتان روڈ لاہور نے حضرت علامہ شرف القادری دامت برکاتہم کی قابل قدر محنت ہے۔ دواہم فتویٰ کے عنوان سے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رسالہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام کے ساتھ طبع کیا ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۶۰) اور مفتی صاحب موصوف آگے لکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس کا جواب

۱۳۰۶ھ میں ارتقام فرمایا ہے جیسا کہ اس کے پورے تاریخی نام سے بھی ظاہر ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت کی جملہ کتب و رسائل کے نام جو آپ کے تجویز کردہ ہیں سب تاریخی ہیں یہ نام بھی آپ ہی کا مجوزہ ہے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ استفتاء لیٹ پہنچایا جواب تاخیر سے معرض وجود میں آیا جب کہ رسالہ ہذا اعلیٰ حضرت ظاہری زندگی میں نہیں بلکہ آپ کے وصال کے تقریباً سات سال بعد ۱۳۳۷ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا (مصباح جلد ۱-۱۶۲-۱۶۳) اب کوئی مفتی صاحب موصوف سے پوچھے کہ اعلیٰ حضرت کی یہ صرف تحریر رسالہ بھی ہے اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی صرف یہ تحریر ہی نہیں بلکہ نام بھی ان ہی کی مجوزہ ہے تو حضرت گلکھڑوی دام مجد ہم نے جو اس کو خان صاحب بریلوی کا رسالہ کہا ہے تو یہ صرف ان ہی کا تاثر کیسے ہو گیا؟ اور اس کو تلخیص اور دھوکہ سے تعبیر کرنا کونسی شرافت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے اعلیٰ حضرت سے اس حقیقی الزام کو دور کرنے کی ناکام کوشش میں مفتی صاحب موصوف نے ہی دھوکہ اور تلخیص سے کام لیا ہے۔

نا کام سہارا:- مفتی صاحب موصوف نے اپنے اعلیٰ حضرت کی صفائی

میں نا کام سہارا لیتے ہوئے لکھا کہ حضرت تھانوی اور حضرت گنگوہی وغیرہ دیگر حضرات نے بھی ہندوستان کو دارالسلام قرار دیا ہے مگر یہ ان کا نا کام سہارا ہے اس لئے کہ حضرت گنگوہی نے اگرچہ ایک مسئلہ کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہندوستان کے دار الحرب اور دارالاسلام ہونے میں علماء کے خیالات مختلف ہیں جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ ایک عبارت پیش کی جاتی ہے مگر حضرت گنگوہیؒ نے ہمیشہ ہندوستان کو دار الحرب ہی

سمجھا ہے۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ علماء ہند ص ۵۷ و حاشیہ جنگ آزادی ص ۱۸۲) اور حضرت تھانویؒ نے بھی صرف سود کے معاملہ میں احتیاط کے طور پر اس کو دارالاسلام کہا مگر باقی معاملات میں وہ بھی ہندوستان کو دارالحرب ہی کہتے تھے۔

خان صاحب بریلوی اور دیگر علماء کے انداز میں فرق:-
 بعض علماء سے انگریز کی حمایت میں کچھ الفاظ موجود ہیں مگر وہ تو یہ کہ طور پر ہیں مگر خان صاحب بریلوی کا انداز ان سے مختلف ہے اس لئے کہ انھوں نے ہندوستان کو بر ملا دارالسلام ہی نہیں بلکہ انگریز کے خلاف برسرِ پیکار علماء کے خلاف فتوے بھی صادر کئے اور یہ بھی کہا کہ مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں (دوام العیش فی الائمہ من قریش ص ۱۴ بحوالہ مقدمہ رسائل چاند پوری ص ۹)۔ اور یہ بھی لکھا کہ یہ نصوص قرآن عظیم ہم مسلمانان ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بتانے والا مسلمان کا بدخواہ مبین (الحجۃ المومنین فی آیۃ الہمتخہ ص ۹۵ بحوالہ مقدمہ رسائل چاند پوری)

اس لئے مفتی صاحب موصوف یا علامہ عبدالحکیم شرف القادری صاحب کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کا ہندوستان کو دارالاسلام کہنا صرف مسلمانوں کو سود سے بچانے یا صرف شرعی حیثیت واضح کرنے کی خاطر تھا یہ صرف طفل تسلی اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے۔

ہندوستان کی شرعی حیثیت کے بارہ میں مفتی صاحب موصوف کے سوال کا جواب:-
 مفتی صاحب موصوف آخری کیل کا عنوان قائم کر کے سوال کرتے ہیں کہ اب ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے تو اس بارہ میں مفتی صاحب موصوف کی معلومات

کے لئے عرض ہے کہ آج کے دور میں دنیاوی نظام کے لحاظ سے ہر ایک ملک نے اپنی سرحدیں قائم کر رکھی ہیں اور سرحد کو عبور کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور پھر کسی دوسرے ملک کے باشندے کو اپنے ملک میں بغیر ویزہ کے برداشت بھی نہیں کیا جاتا اس لئے ہندوستان کے باہر کے مسلمانوں کے لئے ہندوستان اب بھی دارالحرب ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے خلاف پاکستان کی جنگوں کو جہاد اور مارے جانے والے مسلمان فوجیوں کو شہید قرار دیا گیا۔

البتہ مفتی صاحب موصوف کے طبقہ کے گوجرانوالہ کے ایک عالم ابو داؤد مولوی محمد صادق صاحب نے چونڈہ کے محاذ پر ٹینکوں کا حملہ روکنے میں شہید ہونے والوں پر حرام موت کا فتویٰ ضرور دیا تھا جس کی وجہ سے ان پر مقدمہ بھی قائم ہوا۔ اور ہندوستان کے اندر رہنے والے مسلمانوں کی حیثیت وہی ہے جو غیر مسلم ملک میں مسلمانوں کے رہنے کی ہے اور غیر مسلم ملک میں مسلمانوں کے رہنے کی نہ شرعاً ممانعت ہے اور نہ ہی اس پر طعن کیا جاسکتا ہے۔ پھر مفتی صاحب موصوف کا یہ کہنا کہ پھر دارالعلوم دیوبند وہاں کیوں قائم ہے تو یہی سوال مفتی صاحب موصوف اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے دل سے پوچھ لیں کہ ان کا بریلی کا ادارہ اور خان صاحب بریلی کی آل واولاد وہاں کیوں ہے۔

کیا دیوبندی شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہم عقیدہ ہیں یا نہیں؟

حضرت والد صاحب دام مجد ہم نے لکھا ہے کہ ہمارے اکابر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ سنی ہیں اس پر اعتراض کرتے ہوئے مفتی صاحب موصوف

لکھتے ہیں کہ دیوبندی ولی اللہی نہیں اساماعیلی ضرور ہیں۔ (ص ۱۷۶) مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ آپ کے مناظر اعظم محمد عمر اچھروی صاحب نے تو شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی وہابی شمار کیا ہے (ملاحظہ ہو مقیاس حقیقت ص ۵۷۵)۔ تا (۵۷۷) اس سے متعلق کچھ بحث ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مفتی صاحب موصوف کا ارادہ اور ہماری گزارش:-

حضرت والد صاحب دام مجید ہم کی کتابوں کا جواب لکھنے کا ارادہ کا اظہار کرتے ہوئے مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں فقیر بھی مستقل بنیادوں پر یہ خدمت سرانجام دینے پر کمر بستہ ہے۔ (مصباح جلد ۱۔ ص ۱۸۰) ہماری مفتی صاحب موصوف سے گزارش ہے کہ آپ صرف کمر بستہ نہ ہوں بلکہ لنگوٹ بھی کس لیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اس لئے کہ آپ کی تنقید پر تبصرہ ہم اپنا حق سمجھتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ

میں آئینوں سے سمجھتا ہوں پتھروں کا مزاج میں شیشہ گر ہو مجھے یہ ہنر بھی آتا ہے مگر مفتی صاحب موصوف سے اتنی گزارش ہے کہ اپنے مخالف کے موقف کو توڑ مڑ کر یا من گھڑت اصول اس کی جانب منسوب کر کے اور اقسام سیاہ نہ کریں بلکہ شرعی اور اخلاقی دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے مخالف کا وہی موقف جو اس کی تحریرات سے واضح ہے اس پر صحت مند تنقید کریں اور اپنے مسلک پر علمی طور پر روشنی ڈالیں ہم نہ صرف اس صحت مند تنقید کا خیر مقدم کریں گے بلکہ قابل اصلاح چیزوں کی اصلاح بھی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

وہ جھوٹ کا خوگر تو صداقت میرا مسلک دونوں کے مزاج اور ارادے نہیں ملتے

برہم ہیں کہ ان کو میری خوددار جہیں میں اپنے لئے تعظیم کے سجدے نہیں ملتے
 بفضلہ تعالیٰ ہم نے مفتی عبد المجید خان صاحب سعیدی رضوی کی مصباح سنت جلد اول
 کا جواب مکمل کر دیا ہے اور ان کی جانب سے جلد ثانی کے منتظر ہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان
 کو اتباع سنت کی توفیق نصیب فرمائے اور بدعات و رسومات باطلہ سے بچائے
 اور محفوظ رکھے۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ
 اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

احقر حافظ عبد القدوس خان قارن

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۲ صفر ۱۴۲۶ھ بروز ہفتہ

اتحاد اہلسنت والجماعت

خانہ کتب و نشر

ابوالحسن معاویہ سلفی

دارالعلوم محمدیہ راشدہ پورہ دارالعلوم رشیدیہ رڈ اکٹھانہ خانہ کتب و نشر تحصیل و

ضلع ہری پور

خزائن السنن

ابواب البيوع

مع مقدمه دفا سن السنن

ابواب الطهارة

ترمذی شریف کی مع اضافات ان تقریروں کا مجموعہ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ ترمذی شریف پڑھاتے وقت مختلف سالوں میں بیان کرتے رہے جن کو عزیزم المولوی الحافظ القاری رشید الحق خان عابد سابق مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے مرتب کیا اور کئی مقامات پر اصل عبارات کے ساتھ تقابل بڑی محنت کے ساتھ راقم الحروف نے کیا اور بعض اغلاط کی تصحیح کی، مگر پھر بھی طبع اول میں کتابت اور بعض حوالہ جات کی اغلاط رہ گئی تھیں۔ طبع دوم کیلئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے بیماری، پیرانہ سالی اور گونا گوں مصروفیات کے باوجود خود ان اغلاط کی تصحیح فرمائی اور فن حدیث اور سند سے متعلق ضروری اصطلاحات پر مشتمل نہایت علمی مقدمہ کا اضافہ فرمایا۔ شائقین علم حدیث کیلئے یہ تقاریر گرانقدر علمی ذخیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۹)
سچے اماندار تاجر کو (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کی معیت نصیب ہوگی۔

(جلد دوم)

خزائن السنن

ابواب البيوع

ترمذی شریف

احادیث کی کتابوں میں بیوع (خرید و فروخت) سے متعلق ابحاث کا شمار مشکل ترین ابحاث میں ہوتا ہے جسکی وجہ سے طلباء اور طلبات کو خاصی دشواری پیش آتی ہے بفظلہ تعالیٰ ان ابحاث کو عام فہم و آسان انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جس سے نہ صرف حدیث پڑھنے والے طلباء اور طالبات بلکہ عام پڑھے لکھے حضرات بالخصوص تاجر حضرات بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اور اپنی تجارت کو شرعی احکامات کے دائرہ میں رکھنے کیلئے اس کتاب سے راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات کی اصلاح کی بھی توفیق نصیب فرمائے، اور احقر کی اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا اللہ العالمین

خزائن السنن جلد دوم کتاب الاحکام تا کتاب اللباس

انشاء اللہ العزیز عنقریب
منظر عام پر آ رہی ہے۔

احقر..... محمد عبدالقدوس خان قارن۔ مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

لحزائن السنن تقریر آذی طبع ہوا	احسن الکلام مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	نسکین الصدور مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	الکلام المفید مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	از الہ الہ رب
راہ سنت راہ ہدایت کا کتاب	آئینوں کی شہادت مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	احسان الباری مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	طائفہ منصوصہ مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	ارشاد الشیعہ
ورود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ	عبادات اکابر امام عطاء دہلوی کی احادیث پر مبنی احادیث کے احادیث	تبلیغ اسلام مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	گلدستہ توحید مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	ول کا سرور
راہ ہدایت کرامات و خواص کے بارے میں کچھ مقبولہ کی وضاحت	بانی دارالعلوم ادریس پور مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	ینابیع مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	چراغ کی روشنی مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	مسئلہ قرآنی
عیسائیت کا پس منظر نویسائوں کے مذاکرہ	مقالہ تہم نبوت قرآن و احادیث کی روشنی میں	المسلک المصور	انعام البہان راہ فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	حلیۃ المسلمین مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا
آئینہ محرمی سیرت پر مختصر رسالہ	شوق حدیث تجلیت حدیث پر مبنی بحث	ملا علی قاری علمیہ جامعہ دہلی	تہذیب فقہین تفسیر فقہ الدینی	باب جنت راہ جنت
موردی حساب کا غلط فتویٰ	تفریح الخواطر جواب تہذیب الخواطر	چہل مسئلہ حضرات علماء دہلی	عمود الائمہ مسائل فروعیہ امام کی دلائل میں جمع ہوا	الشہادۃ المصنوعہ الغیبیہ
سماع موتی چالیس دعائیں	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد
اطیب الکلام مفہم احسن الکلام	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد	انکار حدیث کے نتائج مفکرین حدیث کا رد

مطبوعات
عمر اکادمی

حزائن السنن جلد دوم کتاب الفروع	حزائن السنن جلد اول کتاب الفروع	حزائن السنن جلد اول کتاب الفروع	حزائن السنن جلد اول کتاب الفروع	حزائن السنن جلد اول کتاب الفروع
بشاری شریف فیہ مقلدین کی نقلیں	بشاری شریف فیہ مقلدین کی نقلیں	بشاری شریف فیہ مقلدین کی نقلیں	بشاری شریف فیہ مقلدین کی نقلیں	بشاری شریف فیہ مقلدین کی نقلیں
مصلح سنت مصلح سنت	مصلح سنت مصلح سنت	مصلح سنت مصلح سنت	مصلح سنت مصلح سنت	مصلح سنت مصلح سنت